

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ
الحديث

مُتَزِدِّهِمُ اللّٰهِ

میرے چشمِ عالم سے چُپ جانے والے

محاورات

خوشید ملت
ڈاکٹر خادم حسین خوشید الازہری

مدرسہ اذان و وحدت اسلامية لاہور
خطیب وطنی مرکز اہلسنت اہل اہل سنت و جماعت

مکتبہ شمس و قمر

اِذَا رَأَوْا وَحْدًا سَلَامَتِيَّةً

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ
الحديث

زندہ مع اللہ

میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

نور شیدیت

ڈاکٹر خادم حسین نورشید الانہری

سربراہ: ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور
خلیب و مفتی: مرکز الہنست ڈونگا باغ سیالکوٹ

ادارہ و خدائے اسلامیہ مکتبہ شمس و قمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

نام کتاب	تو زندہ ہے واللہ
تالیف	ڈاکٹر خادم حسین خورشیدالازہری
	سربراہ ادارہ وحدت اسلامیہ، لاہور، پاکستان
باہتمام	قاری عابد حسین فریدی
	ناظم ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور (0300-4131106)
نگران طباعت	حافظ محمد کاشف جمیل (0345-4666768)
	ہیجنگ ڈائریکٹر مکتبہ شمس و قمر بھائی چوک لاہور
کمپوزنگ	مولانا محمد اکرام اللہ بٹ (0300-6212350)
تصحیح	مولانا محمد فاروق شریف، حافظ محمد شہزاد ہاشمی
اشاعت	بار سوم۔۔۔ صفر المظفر 1435ھ / دسمبر 2013ء
قیمت	400/- روپے
ناشر	ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور / مکتبہ شمس و قمر بھائی چوک لاہور

ملنے کے پتے:

- ☆ مکتبہ شمس و قمر، نزد جامعہ حنفیہ غوثیہ، بھائی چوک لاہور (0345-4666768)
- ☆ القرآن اکیڈمی، کشمیر پارک، ونڈالہ روڈ، شاہدرہ لاہور (0300-4131106)
- ☆ مرکز اہلسنت، ڈونگا باغ سیالکوٹ (0300-4411690) ☆ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ ساہیوال
- ☆ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ☆ والضحیٰ پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ جامعہ ابوبکر، گلستان جوہر بلاک 13 کراچی ☆ نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور

حُسن ترتیب (ٹو زندہ ہے واللہ)

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
1	ہدیہ تشکر	14
2	الاہداء	15
3	انتساب	16
4	تقریظ..... استاذ العلماء علامہ مولانا محمد طاہر تبسم قادری	17
5	حدیث دل	19
6	باب اول..... حیات النبی ﷺ اور قرآن مجید	26
7	عمل اور عقل کی قوت کا خاتمہ بھی انسانیت کی موت ہے	27
8	حیات کے معنی	27
9	قرآن مجید کا موتِ انسانی کے بارے میں نظریہ	27
10	قرآن کریم کا ذہن جاہلیت سے مفہوم موت پر اختلاف	27
11	اسماءِ موت	28
12	نظریہ قرآن میں موت کیا ہے؟	30
13	حقیقت موت	32
14	حیاتِ انسانی کے چار دور	36
15	عالم ارواح	36
16	عالم دنیا	37
17	عالم برزخ	37
18	عالم آخرت	38
19	عالم مثال	38

39	عذابِ قبر	20
42	خلاصہ بحث	21
44	حیاتِ جسمانی	22
46	حیاتِ برزخیہ	23
47	روح کی حقیقت	24
49	بدن کے جدا ہونے کے بعد روح کا شعور	25
49	موت کے بعد زندگی	26
50	میت تلاوتِ قرآن سن کر راحت حاصل کرتی ہے	27
51	مردے سنتے ہیں	28
51	میت دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے	29
51	کس گی مانیں، چھوٹے میاں کی یا بڑے کی؟	30
52	جب کوئی سلام کرتا ہے تو جواب کے لئے روح واپس آ جاتی ہے	31
53	میت قبر پر آنے والے کو پہچانتی ہے	32
53	میں اپنے بندے کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے	33
54	اللہ تعالیٰ کے جلال کے نور سے بندہ دور و نزدیک سے سن سکتا ہے	34
54	اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں	35
55	مقبولانِ خدا سے بعد از وصال پر دے اٹھا دیئے جاتے ہیں	36
55	غوثِ اعظم بعد از وصال ملا اعلیٰ کی صفت سے موصوف ہو گئے	37
56	اولیاء کرام کی ولایت بعد از وصال بھی باقی رہتی ہے	38
56	حیاتِ شہداء	39
56	شہداء کی رو میں قبروں میں اُن کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں	40
57	حیاتِ انبیاء علیہم السلام	41

58	حیاتِ انبیاء اور بیت المقدس کی تعمیر	42
59	حیاتِ انبیاء پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے معارضہ کے جوابات	43
60	حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی منتقلی	44
61	آقائے دو جہاں ﷺ کی موت اور کفار کی موت کا فرق	45
62	نبی کائنات ﷺ کی موت کے متعلق مفسرین کی آراء	46
63	وصال حبیب ﷺ	47
64	علامۃ الناس کی موت اور نبی کائنات کا وصال فرمانا	48
65	دلیل نمبر..... 1	49
66	استقبال محبوب کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بلا لیا	50
68	حبیب ﷺ اور کلیم علیہ السلام کی ملاقات کا جو انکار کرے وہ بے ایمان ہے	51
68	دلیل نمبر..... 2	52
69	حضور ﷺ نے فرمایا مجھے یقین کامل ہے	53
71	دلیل نمبر..... 3	54
71	اعرابی کی روضہ اقدس پر حاضری	55
73	باب دوم..... حیاتِ انبی اور احادیثِ رسول ﷺ	56
73	تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں	57
74	زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے	58
75	آنحضرت قبر میں زندہ ہیں..... (وحید الزماں)	59
76	انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں..... (خلیل انیسوی)	60
77	حیاتِ انبیاء پر پوری امت کا اتفاق ہے	61
77	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا	62

63	سلام کرنے والے کا جواب دیتا ہوں	77
64	موکل فرشتہ کی طاقت و قوت	79
65	سوائے انبیاء کے اور کوئی قبر میں نماز نہیں پڑھتا	80
66	جو درود پڑھے میں سنتا ہوں	80
67	میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے	81
68	عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے	81
69	وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت کا بیان	82
70	صوفیاء بیداری میں فرشتوں اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں	82
71	تمام انبیاء کرام کو قبروں سے باہر آنے کا تصرف عطا کیا گیا ہے	82
72	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چھٹے آسمان پر اور قبر میں بھی موجود ہونا	83
73	انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا	84
74	مہذب کا بیک وقت 30 شہروں میں موجود ہونا	85
75	کالمین نے سرکارِ مصلیٰ علیہ السلام سے حالت بیداری میں فیض حاصل کیا	85
76	کالمین کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے	86
77	کالمین ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہوتے ہیں	87
78	علامہ سیوطی نے 75 مرتبہ بیداری میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی	88
79	حاضر و ناظر کا مفہوم	88
80	حاضر و ناظر سے ہماری مراد یہ ہے	89
81	روضہ اقدس سے اذان کی آواز آنا	90
82	اللہ نے آپ کو نبی اور شہید بنایا ہے	91
83	یا محمد آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں	91
84	سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وادی ازرق میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا	94

94	انبیاء بمنزلہ شہداء بلکہ ان سے بھی افضل ہیں	85
95	انبیاء زندہ ہیں اسی لئے حج کرتے ہیں	86
95	میں نے سب نبیوں کی امامت کی	87
96	صحابی کی روضہ رسول پر حاضری اور امت کی سیرابی کے لئے التجا	88
98	باب سوم..... حیات النبی ﷺ اور عقیدہ اصحاب رسول	89
100	موتیمین کا مفہوم	90
101	انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا سب کو قبر میں دوبارہ موت آتی ہے	91
102	انبیاء کرام کو قبر میں موت نہیں آتی	92
103	دوسری موت عامۃ الناس کو سوالات کے جوابات کے بعد آئے گی	93
104	آقا کریم ﷺ پر دوسری موت کبھی نہیں آئے گی	94
106	انبیاء کرام پر دوسری موت وارد نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے	95
107	خطبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	96
108	وصیت سیدنا صدیق اکبر اور عقیدہ اہلسنت کی وضاحت	97
108	حیات النبی اور عقیدہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	98
110	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عظیم روضہ رسولی	99
113	تائید مزید	100
114	حیات النبی اور عقیدہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	101
115	حیات النبی اور عقیدہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	102
118	حیات النبی اور عقیدہ صدیقہ کائنات ام المؤمنین سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا	103
122	حیات النبی اور عقیدہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر	104
123	انبیاء کرام کے علاوہ بعض دوسرے مقربین کے اجسام بھی قبروں میں محفوظ ہیں	105

106	حیات النبی اور عقیدہ میزبان رسول حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ	126
107	حیات النبی ﷺ اور عقیدہ حضرت بلال بن حارث المزنی	128
108	خلاصہ کلام	128
109	باب چہارم..... حیات النبی اور مذاہب اربعہ	129
110	حیات النبی اور ائمہ مالکیہ	129
111	حیات النبی اور ائمہ شوافع	130
112	حیات النبی اور ائمہ حنابلہ	132
113	حیات النبی اور ائمہ حناف	132
114	باب پنجم..... حیات النبی اور اکابرین امت	137
115	امام شامی اور عقیدہ اہل سنت	137
116	امام سیوطی اور عقیدہ اہل سنت	137
117	امام سمودی اور عقیدہ اہل سنت	138
118	امام داؤد بن سلیمان اور عقیدہ اہل سنت	139
119	امام شعرائی اور عقیدہ اہل سنت	139
120	امام زرقانی اور عقیدہ اہل سنت	139
121	امام احمد زینی دحلان کی اور عقیدہ اہل سنت	140
122	ابویوسف الحمیری اور عقیدہ اہل سنت	141
123	امام عبد الغنی الحسینی اور عقیدہ اہل سنت	142
124	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی اور عقیدہ اہل سنت	142
125	امام زاہد الکوثری اور عقیدہ اہل سنت	143
126	امام محققین شاہ فضل رسول بدایونی اور عقیدہ اہل سنت	143
127	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی اور عقیدہ اہل سنت	144
128	امام علوی مالکی اور عقیدہ اہل سنت	145

129	امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور عقیدہ اہل سنت	145
130	امام ملا علی قاری اور عقیدہ اہل سنت	146
131	عمر بن سعید القوتی الکردی اور عقیدہ اہل سنت	147
132	امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی اور عقیدہ اہل سنت	148
133	سیدی عقیف الدین الیافعی اور عقیدہ اہل سنت	148
134	علامہ جمال الدین محمود اور عقیدہ اہل سنت	149
135	امام بارزی اور عقیدہ اہل سنت	150
136	علامہ شاہ احمد سعید دہلوی مدنی اور عقیدہ اہل سنت	150
137	علامہ حسن بن عمار بن علی شرمیلالی اور عقیدہ اہل سنت	150
138	صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور عقیدہ اہل سنت	151
139	سلطان العارفین سلطان باہو اور عقیدہ اہل سنت	151
140	رومی کشمیر اور عقیدہ اہل سنت	152
141	علامہ عبد القادر کی حنبلی اور عقیدہ اہل سنت	152
142	امام تقی الدین السبکی اور عقیدہ اہل سنت	153
143	مجدد ملیہ حاضرہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور وضاحت عقیدہ اہل سنت	154
144	امام نجم الدین الغیسی اور عقیدہ اہل سنت	155
145	شیخ حسن الحدادی المصری اور عقیدہ اہل سنت	155
146	امام محمد شوری المصری الشافعی اور عقیدہ اہل سنت	156
147	علامہ شہاب الدین الخفاجی اور عقیدہ اہل سنت	156
148	علامہ صاوی الماکی اور عقیدہ اہل سنت	157
149	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور عقیدہ اہل سنت	158
150	شیخ شہاب الدین ربی اور عقیدہ اہل سنت	158

151	حکیم الامت نباض قوم علامہ محمد اقبال اور عقیدہ اہل سنت	158
152	امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن اور عقیدہ اہل سنت	159
153	علامہ ابن القیم اور عقیدہ اہل سنت	160
154	علامہ تاج الدین فاکھانی مالکی اور عقیدہ اہل سنت	161
155	قاضی ابوبکر بن العربی المالکی اور عقیدہ اہل سنت	162
156	علامہ یوسف الدجوری مصری اور عقیدہ اہل سنت	162
157	علامہ ابو حامد بن مرزوق اور عقیدہ اہل سنت	162
158	علامہ جمیل آفندی الزحاوی اور عقیدہ اہل سنت	163
159	علامہ محمد احمد الشمری الشافعی اور عقیدہ اہل سنت	163
160	علامہ احمد بن شہاب اسحاقی اور عقیدہ اہل سنت	164
161	علامہ سید محسن الامین مصری اور عقیدہ اہل سنت	164
162	حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور عقیدہ اہل سنت	165
163	علامہ شیخ عبدالکریم اور عقیدہ اہل سنت	165
164	علامہ ابو میمونہ الکرلوی اور عقیدہ اہل سنت	165
165	علامہ سعید الرحمن التمدہی اور عقیدہ اہل سنت	166
166	علامہ فضل اللہ شہاب الدین اور عقیدہ اہل سنت	166
167	علامہ آلوسی بغدادی اور عقیدہ اہل سنت	167
168	علامہ بدر الدین عینی اور عقیدہ اہل سنت	168
169	امام محمد بن الحسن بن فورک اور عقیدہ اہل سنت	169
170	امام تاج الدین السبکی اور عقیدہ اہل سنت	169
171	امام عبدالرہوف المناوی اور عقیدہ اہل سنت	170
172	امام ابن حجر عسقلانی اور عقیدہ اہل سنت	171
173	امام علی بن برہان الدین الحلی اور عقیدہ اہل سنت	171

171	امام فخر الدین رازی کی اور عقیدہ اہل سنت	174
172	علامہ عبدالحی لکھنوی اور عقیدہ اہل سنت	175
172	علامہ عبد الوہاب بخاری اور عقیدہ اہل سنت	176
173	علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس اور عقیدہ اہل سنت	177
173	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور عقیدہ اہل سنت	178
174	امام ربانی مجدد الف ثانی اور عقیدہ اہل سنت	179
174	امام شمس الدین محمد یوسف الکرمانی اور عقیدہ اہل سنت	180
175	امام قسطلانی اور عقیدہ اہل سنت	181
175	علامہ کاکوروی اور عقیدہ اہل سنت	182
176	علامہ اسماعیل حق اور عقیدہ اہل سنت	183
176	علامہ ابن رجب حنبلی اور عقیدہ اہل سنت	184
176	شیخ الاسلام تقی الدین اور عقیدہ اہل سنت	185
177	شیخ احمد بن محمد خیر شنیعی اور عقیدہ اہل سنت	186
177	امام ابوبکر بن الحسین اور عقیدہ اہل سنت	187
178	امام الحرمین حضرت امام جوینی اور عقیدہ اہل سنت	188
178	امام العزیز بن عبدالسلام اور عقیدہ اہل سنت	189
179	امام تقی الدین سبکی اور عقیدہ اہل سنت	190
181	امام سیوطی اور عقیدہ اہل سنت	191
182	امام نور الدین علی بن احمد اور عقیدہ اہل سنت	192
182	علامہ بدر الدین زکریا اور عقیدہ اہل سنت	193
183	علامہ قاری اور عقیدہ اہل سنت	194
183	شیخ محقق اور عقیدہ اہل سنت	195
184	ابن شیخ محقق اور عقیدہ اہل سنت	196

184	نواب قطب الدین خان اور عقیدۃ الہی سنت	197
185	امام ابن حجر کی اور عقیدۃ الہی سنت	198
186	حضرت قطب الوقت اور عقیدۃ الہی سنت	199
187	باب ششم..... حیات النبی ﷺ..... شواہد و واقعات	200
187	واقعہ حرہ	201
189	قبر سے آواز آنے کی ایک اور مثال	202
190	سرکارِ دو عالم ﷺ کا تہ فیض کے وقت امتی امتی کہنا	203
190	آپ ﷺؐ سے صحیح بخاری پڑھی	204
191	مدینہ منورہ میں سرکارِ دو عالم ﷺؐ کو اپنے روضہ اقدس میں اپنے غلام کی تکلیف کا پتہ چل گیا اور مشکل کشائی فرمائی	205
193	بقول علمائے دیوبند سرکارِ دو عالم ﷺؐ نے خود ہند میں تشریف لا کر دارالعلوم کی بنیاد رکھی..... بعد از وصال	206
194	حضور نبی اکرم ﷺؐ دارالعلوم کے طلباء کو پہچانتے تھے	207
195	حضور ﷺؐ نے مجھے براہِ راست ہدایات ارشاد فرمائیں	208
196	میں نے حضور ﷺؐ کو ظاہر اوعیانہ دیکھا، نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں	209
198	حضور ﷺؐ نے سید احمد بریلوی کو چھوہارے دیے اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نہلایا	210
198	اگر مدینہ شریف کا دہی کھٹا ہے تو جہاں بیٹھا ہے وہاں چلے جاؤ	211
199	حیات النبی میں شک کرنے والے کو سرکارِ دو عالم ﷺؐ نے خود مشاہدہ کرا دیا	212
200	سلطان نور الدین زنگی کے خواب میں آپ ﷺؐ کی تشریف آوری	213
205	دشمنانِ شیخین کا زمین میں دھنسا	214

206	ذرا ان کی بھی سنئے	215
206	ذرا ہماری بھی سنئے	216
210	باب ہفتم..... حیات النبی اور مخالفین	217
210	حیات النبی اور علماء دیوبند	218
211	حیات و انبیاء شہداء سے اکمل و اقویٰ ہے	219
213	بے شک آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں	220
214	علمائے دیوبند کا متفقہ فتویٰ (مولانا مفتی محمد شفیع)	221
215	حیات النبی اور بانی دارالعلوم دیوبند کی منفرد تحقیق	222
216	ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اور	223
218	بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے؟	224
219	باغباں بھی خوش رہے راضی رہی میاں بھی	225
228	حیات النبی اور غیر مقلدین (دہابی)	226
229	امام الوہابیا بن تیمیہ	227
229	قاضی شوکانی	228
231	نواب صدیق حسن بھوپالوی	229
231	مولوی محمد اسماعیل سلفی	230
231	مولوی عطاء اللہ حنیف	231
232	مولوی شمس الحسن عظیم آبادی	232
233	مولوی وحید الزمان	233
233	مولوی میاں نذیر حسین دہلوی	234
234	حافظ گوندلوی	235
234	ابن ناصر نجدی	236
237	پہچہ بحث	237

ہدیۂ تشکر

☆ استاذ الاساتذہ، نوجوان مذہبی سکالر، حضرت علامہ صاحبزادہ

مفتی محمد طاہر تبسم قادری صاحب

سربراہ ادارہ تعلیمات نبویہ، بند روڈ لاہور و استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆ ترجمان فکر رضا، خطیب اسلام پیر طریقت حضرت علامہ

صاحبزادہ پیر محمد حامد سرفراز صاحب

بانی و مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ رشد الایمان ڈجلوٹ

☆ یادگار اسلاف استاذ العلماء ادیب شہیر ابوالبرکات حضرت

علامہ الحاج محمد اللہ دتہ فریدی صاحب

خطیب اعظم فرید ٹاؤن ساہیوال

☆ فاضل نوجوان خطیب اہلسنت حضرت علامہ

صاحبزادہ محمد نعیم امجد چشتی صاحب

مدیر مکتبہ فریدیہ، ساہیوال

☆ مجاہد اہلسنت، غازی نثر پارک

حضرت علامہ محمد اشرف گورمانی صاحب

مہتمم جامعہ ابوبکر، گلستان جوہر بلاک نمبر 13۔ کراچی

الاحدء

محسنِ اہلسنت، مخدومِ ملت، شیخ العلماء، مفتی اعظم پاکستان
ترجمانِ تعلیماتِ امام احمد رضا، یادگارِ اسلاف حضرت علامہ
مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ریشخو پورہ

کے نام !!!

جنہوں نے ملتِ اسلامیہ کو جامعہ نظامیہ رضویہ
اور فتاویٰ رضویہ (جدید) کی صورت میں دو عظیم تحفے عطا
فرمائے۔

خاکپائے علمائے حق

ڈاکٹر خادم حسین خورشیدالازہری

الانتساب

فقیہ العصر، فرید الدہر، محدثِ زماں، مفسر قرآن، جامی دوراں
 آبروئے اہلسنت، پیر طریقت رہبر شریعت، حضرت قبلہ
 ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی
 بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ، ساہیوال
 کے نام !!!

جن کی محنت و اخلاص کا ثمر آج عالم اسلام کی عظیم
 دینی درسگاہ جامعہ فریدیہ کی صورت میں دعوتِ نظارہ پیش کر
 رہا ہے اور جو اپنی شاخیں / برانچز پوری دنیا میں پھیلا چکا ہے،
 جہاں سے ناچیز سمیت لاکھوں تشنگانِ علوم نے پیاس بجھائی
 اور ان شاء اللہ قیامت تک بجھاتے رہیں گے۔
 اے خدا ایں جامعہ قائم بدار

خاکپائے اساتذہ جامعہ فریدیہ

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

تقریظ

استاذ العلماء فخر المدرسین حضرت علامہ ابوالحسن مفتی محمد طاہر تبسم قادری

سربراہ : ادارہ تعلیمات نبویہ لاہور

سینئر مدرس : جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

سرکارِ ختمی مرتبت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا بابرکات کی طرف کسی حوالے سے بھی منسوب ہونا یقیناً بہت بڑے اعزاز کی بات ہے چنانچہ بڑے خوش بخت ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں اپنی تقریر یا تحریر کے ذریعے آپ کی مدح سرائی کا موقع میسر آ جائے۔ کوئی بھی مبلغ، مدرس، مفسر، محدث مصنف، شاعر یا ادیب اپنے علم و فن کے ذریعے سرکارِ دو عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں اضافے کا باعث نہیں بن سکتا بلکہ آپ کے ذکر اور نام کی برکت سے اپنی بات کا وزن بڑھا لیتا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

مسا ان مدحت محمدًا بمقالتی

ولکن مدحت مقالتی بمحمدی

ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں سے ایک نام نوجوان فاضل، طرح دار خطیب، صاحب طرز ادیب علامہ ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری زیدہ مجدد کا بھی ہے جنہوں نے اپنی طلاقت لسانی اور قلم کی روانی کو ناموس رسالت اور عظمتِ مصطفیٰ کے تحفظ اور دشمنانِ مصطفیٰ کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ خطابت کے میدان میں اس وقت آپ کا طوطی بول رہا ہے بلاشبہ انہیں میدانِ خطابت کا شہسوار کہا جاسکتا ہے، اکثر اوقات دیکھنے میں آتا ہے جو خطباء مقبول و مشہور ہو جاتے ہیں وہ اپنے چند خطبات و تقاریر پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں انہی کے سہارے زندگی گزار دیتے

ہیں، محنت نہیں کرتے چونکہ آج کمیونیشن کا دور ہے لہذا وہ اس دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ مگر راقم الحروف عینی شاہد ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جنوبی پنجاب سے پشاور و کشمیر تک یکساں مقبول ہونے کے باوجود، کتب کی خریداری اور مطالعہ و محنت کی عادت ترک نہیں کی۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے معرکہ خطابت سر کر لینے کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ خدمتِ دین کے دیگر شعبوں میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ دینی ادارے کے قیام کے حوالے سے بڑے عرصے سے سر توڑ کوششیں کر رہے تھے بالآخر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور سرکارِ مدینہ ﷺ کی نظر کرم سے اپنی ذاتی کمائی سے ادارے کے لئے نہ صرف ڈیڑھ کنال اراضی خریدنے میں کامیاب ہوئے بلکہ ادارہ وحدتِ اسلام کے نام سے اس کا شاندار افتتاح بھی ہو چکا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس ادارے کو تعمیر و ترقی کی منازل سے روشناس فرمائے۔

اسی طرح تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی آپ دوسروں سے پیچھے نہیں رہے بلکہ اس محاذ پر بھی باطل، بے دین، گمراہ اور گستاخ افراد اور فرقوں کا گرجوٹی سے تعاقب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پیش نظر کتاب ”تو زندہ ہے واللہ“ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جس میں حیات النبی کے موضوع پر آپ نے سیر حاصل بحث کی ہے اور اس موضوع پر دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی آپ کی کئی کتب منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں ”حدود آریڈیننس اور دین بیزار طبقے“ ”علم الاعداد اور بچوں کے اسلامی نام“ ”عید میلاد النبی عالم عرب میں“ اور ”فضائل و مسائل رمضان“ شامل ہیں۔ خداوند ذوالجلال فاضل مصنف کے قلم اور زبان میں مزید برکتیں عطا فرمائے، ان کی خدماتِ دینیہ کو مقبول اور سعی کو مشکور فرمائے۔ آمین ثم آمین

تحدیثِ دل

دنیا کانسب سے بہترین اور جامع دین دین اسلام ہے۔ مذہب اسلام کی عالم گیریت نے یہود و ہنود کی سازشوں کے باوجود کائنات عالم میں اپنی مقبولیت کو روز اول کی طرح برقرار رکھا ہوا ہے اور الحمد للہ! یہی اس کی سچائی کی سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔

14 صدیاں گزر چکیں اغیار نے بے شمار منصوبے بنائے، طاغوتی قوتوں نے بڑے ریک جمے کئے مگر دین مصطفیٰ الحمد للہ اپنی اصلی حالت میں قائم رہا، یہ میرے رب کے خاص فضل، محبوب رب کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فیضانِ کرم، آل رسول کے مقدس خون اور اصحاب رسول کی لازوال قربانیوں کی بدولت اور اولیائے کاملین کی محبت و اخلاص کا ثمرہ ہے۔

جس طرح دین اسلام کائنات انسانی میں دین امن، دین محبت، دین فطرت اور دین کامل ہونے کی وجہ سے عالم کفر پر غلبہ حاصل کر رہا ہے اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت دیار غیر میں مندروں اور گرجوں کا تیزی سے مساجد میں تبدیل ہونا یقیناً طاغوتی طاقتوں، عالمی استعماری قوتوں کے لئے ایک چیلنج بن چکا ہے۔ ان کی نئی نسل دین مصطفیٰ کے مطالعہ کی طرف گامزن ہو چکی ہے۔ اسلام پر تنقیدی ریسرچ کرنے والے اسکالرز دین مصطفیٰ کی آغوش میں ابدی سکون حاصل کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ اسلام سے نفرت کا درس دینے والے دانشور آج اسلام کی عالمگیریت اور نظام اخوت کے خوبصورت تصور پر آرنیکل لکھ رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے شاید اسی موقع کے لئے کہا تھا:

تمہاری تہذیب آپ ہی اپنے خنجر سے خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیاں بنے گا تو ناپائیدار ہو گا

انہوں نے اپنی بے ثباتی دیکھ لی، اختیار کردہ بے حیائی سے اکتا گئے، دھوکہ فریب سے تنگ آ گئے، اور مزید تنگ آئیں گے کیونکہ انسانیت کی پناہ دین مصطفیٰ ہی میں ہے جو والی کو نین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کالی کالی کے علاوہ کہیں نہیں ملے گی کیا سچ کہا تھا کسی نے کہا:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے غصو بندہ نواز میں
ایک طرف تو بہترین حوصلہ افزا پوزیشن ہے دین اسلام کے لئے۔ تو دوسری طرف
خطرناک حد تک درپیش ایک وہ حقیقت جس کا سامنا امت مسلمہ کو اس وقت ہے۔
سچ فرمایا تھا حضرت اقبال نے:

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے زگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری
استعماری قوتیں جانتی ہیں کہ یہ دین جس کے حسن و جمال نے ان کی غلیظ فکر
کا خانہ خراب کیا ہے کہ ان کی نسل کو بے حیائی کی دلدل سے نکال کر شاہراہ نجات
پر گامزن کر دیا۔ بچپن سے ہی شراب کے عادی عشق مصطفیٰ ﷺ کی مئے میں مست
و بے خود نظر آنے لگے۔ یہ ان سے کب برداشت ہو سکتا تھا لہذا وہ اس فکر میں مبتلا
ہو گئے وہ اس سے بدلہ کیسے لیں؟ وہ مدتوں سے اس کام میں مصروف ہیں اور وہ
جانتے تھے کہ یہ سادہ لوح مسلمان جنہوں نے داتا علی ہجویری، خواجہ اجمیری، امیر ملت
شاہ لاٹانی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے بزرگوں سے جو دین لیا ہے ان کو نشانہ بنانا کوئی آسان
کام نہیں ان کے سر پر طریقت و شریعت کے شہباز امام ربانی مجدد الف ثانی
اور بالخصوص ان کی فکر کے امین امام احمد رضا محدث بریلوی موجود ہیں جو ہر لمحہ قوم کو ان
کے مکر و فریب اور چال بازیوں سے ہوشیار رہنے کا درس دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
 سونے والو جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے
 اور نباض قوم حکیم الامت حضرت علامہ اقبال ایسے نابغہ روزگار شخصیات جو
 یہود و نصاریٰ کی ہر قدیم و جدید سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے اپنی قوم کے نام
 غیرت و ہمت کا یہ پیغام پہنچا رہے ہیں کہ اغیار کی خواہش ہے کہ:

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
 اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
 یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
 روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اس لئے جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا ہر ایک وار خطا ہو رہا ہے تو یہود و نصاریٰ
 نے طریقہ بدل لیا کہ اگر وہ براہ راست حملہ کریں گے تو مشکل ہوگا اس لئے اس پر
 بہت بڑی سرمایہ کاری کی گئی، بڑی پلاننگ و محنت کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کے
 اندر کے حالات کا جائزہ لے کر کچھ لوگوں کو تربیت دے کر ان کو مسلمانوں میں شامل
 کر دیا جائے اور پھر انہوں نے ایسا ہی کیا جس میں وہ کامیاب ہو گئے اور ہو رہے ہیں
 گو مسلمانوں کے اندر گھسنے والے ظاہر اکلمہ گو، نمازی، حاجی، اور نام نہاد مولوی
 روشن خیال سکالرز کا روپ لے کر آ گئے، بڑی تیزی سے کام ہونے لگا، شہروں میں
 مکان خرید کر مساجد بنائی جانے لگیں اور احادیث رسول کا ذخیرہ تخریج کے نام پر تبدیل
 ہونے لگا۔ جماعتیں، تنظیمیں اور لشکر ترتیب دیئے جانے لگے، ڈالرز، پاؤنڈرز، ریال پر
 اسلامک یونیورسٹیاں، کالجز اور دینی ادارے قائم ہونے لگے۔ سب سے پہلے
 تو انہوں نے اعلان کیا کہ ساری دنیا مشرک، کافر ہے اصل دین ہمارے پاس ہے۔
 اللہ کے علاوہ کسی سے محبت کرنا شرک ہے۔

بانی مذہب وہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کہتا ہے: کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (الشہاب الثاقب ص: ۴۳)

عشقِ مصطفیٰ کا کوئی تصور نہیں، دین میں صرف اور صرف نماز، قرآن اور بس! اور نماز بھی ایسی کہ اگر (گدھے یا بیل کا خیال آ جائے یا بیوی کی مجامعت کا تو نماز ہو جائے گی اگر (معاذ اللہ) نبی کا خیال آ جائے تو نماز جاتی رہے گی۔)

(صراطِ مستقیم صفحہ ۱۱۸ مترجم مولوی اسماعیل نثار ادارہ نشریات اسلام اردو بازار لاہور)

اسی طرح کسی نے عظمتِ مصطفیٰ میں گستاخی کرتے ہوئے ساری حدیں پھلانگ دیں۔

اور کبھی دین اسلام کے نام پر اصحاب رسول اور آل رسول کے مزارات کو شہید کیا گیا۔ حتیٰ کہ محسنِ کونین، مخدومہ کائنات سیدہ آمنہ پاک کے مزار پر انوار پر بلڈوزر چلا دیا گیا، نشانات تک مٹا دیئے گئے، پوری امت میں ایک طوفان آیا لیکن برطانیہ کے پالتو قابضین عرب پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس پر بھی ان کی آگ نہ بجھ سکی یہاں تک کہ ایک عرب پالتو نے کہہ دیا جسے لکھتے ہوئے میرا قلم کانپ رہا ہے اور زبان ساتھ نہیں دے رہی، نام نہاد محدث مولوی ناصر الدین البانی:

بدع الزیارة فی المدینة ابقاء القبر النبوی فی مسجدہ -

(مناسک الحج والعمرة)۔

مدینہ منورہ کی زیارات کی بدعات میں سے ایک بدعت حضور ﷺ کے روضہ اقدس کو مسجد نبوی میں باقی رکھنا ہے۔

یہ ناصر الدین البانی ایک انڈین مولوی ڈاکٹر ڈاکر نانک جو کہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں کامر بی و محسن ہے وہ اسی سے سند حدیث لیتا ہے۔ (اور ڈاکٹر نانک کسی مدرسہ یا دارالعلوم سے نہیں پڑھا)

ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب خود کیا کہتا ہے: ذرا اُسے بھی دیکھیے! آج کی تاریخ میں محمد ﷺ مرچکے ہیں۔ ان سے مانگنا حرام ہے۔ بلکہ وہ معلون یہاں تک کہہ گیا کہ آج کی تاریخ میں ان کو ماننا حرام ہے۔ دیکھیے انٹرنیٹ، یوٹیوب پر (گستاخ رسول ڈاکٹر ذاکر نائیک)

اور کہیں شفاعت رسول ﷺ کا مطلق انکار، کہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں گستاخی اور یزید لعین کی وکالت، اس طرح کے بے شمار پہلو ہیں جو امت محمدیہ کے لئے انتہائی دردناک ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر ذاکر نائیک کہتے ہیں کہ حضور قبر میں زندہ نہیں اور نہ قبر میں ہیں۔ یہی عقیدہ ایک اور انگریز نواز اور یہودی ایجنٹ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی بانی جماعت المسلمین فتنہ ور اس کا چھوٹا سا کتابچہ ہماری اس تحریر کا باعث بنا۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کی اس غلیظ فکر ہی نے ہمیں قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہم کہاں تک کامیاب ہوئے یہ فیصلہ ہم نے آپ پر چھوڑا ہے۔

اس قسم کے نام نہاد فتنے آج طرح طرح کے پروگرامز لے کر، غیر ملکی امداد پر چلنے والے جھوٹے ادارے اور ڈالر و ریال کے تعاون سے چھپنے والا زہر بلا لٹریچر اس وقت امت مسلمہ کی تباہی و بربادی کا باعث بن رہا ہے۔ وہ کام جو یہود و نصاریٰ خود نہیں کر سکے وہ ان نام نہاد کلمہ گولوگوں کے ذریعے کروا رہے ہیں۔ کوئی دہشت گردی کر کے دین کو بدنام کرتا ہے کبھی مسجد میں بم دھماکہ، کبھی درباروں پر اور کبھی بچیوں کے سکولوں کو آگ لگا کر، کبھی نمازیوں پر خود کش دھماکے کر کے یہود کے ایجنٹ ان کے عزائم کی تکمیل کر کے، اپنے آقاؤں کو خوش کر رہے ہیں۔ کوئی تحریر لکھ کر اور کوئی پیس ٹی وی کے ذریعے آخر الزمان نبی، امام الانبیاء سرور کونین ﷺ کو مردہ قرار دے کر عیسائیت کو خوش کر رہا ہے۔ عیسائی بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ تمہارے مولوی کہتے ہیں کہ تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ مرچکے ہیں (نعوذ باللہ) جب کہ تمہارے مولوی

کے بقول حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو پھر مردہ کا کلمہ کیوں پڑھتے ہو؟ ہمارے زندہ کا کلمہ پڑھو۔

کسی عیسائی پادری نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ایک آدمی سو رہا ہے اور ایک اس کے پاس بیٹھا ہے آپ نے منزل پہ پہنچنا ہے تو راستہ کس سے پوچھیں گے سونے والے سے یا بیٹھے ہوئے سے (یہ عیسائی تھا کہہ رہا تھا سو رہے ہیں لیکن یہ بد نصیب کلمہ نبی آخر الزمان کا پڑھتا ہے اور پھر کہتا ہے مر چکا ہے) (معاذ اللہ)

شرم تم کو آتی نہیں مگر !

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر بیٹھے ہوئے شخص کو منزل کا پتہ ہوتا تو بیٹھتا نہ، بلکہ منزل پر پہنچ جاتا جو سونے والے کے پاس بیٹھا ہے وہ بھی اسی لئے بیٹھا ہے کہ کب یہ انھیں اور میں منزل کا پتہ پوچھوں؟ کیا خوب ارشاد فرمایا غیرت کی دنیا کے سلطان امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ رحمۃ الرحمن نے:

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی

نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آخر میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہ دین تلوار سے نہیں بلکہ مقبولانِ خدا کے کردار سے پہلا ہے۔ آج امت پھر اپنے اسلاف کا کردار پیدا کرے تو دین کے خلاف ہونے والی ساری سازشیں اپنی موت خود بخود مر جائیں گی۔

اور کردار کے لئے روشنی ہمیں آقائے نامدار شفیع روز شمار حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ سے حاصل کرنے کا حکم قرآن مجید، فرقان حمید نے دیا ہے۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"۔

زندہ نبی کا اسوہ حسنہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ اسی میں ہماری بقا ہے اسی میں

ہماری نجات ہے۔ اسی میں ہی ہمارے لئے خیر ہے۔

آخر میں میں شکر گزار ہوں اپنے تمام مخلص دوستوں کا جنہوں نے مجھے حوصلہ دیا بالخصوص شہر اقبال کے سب سے بڑے تبلیغی مرکز جامع مسجد ڈونگا باغ کے غیور نمازیوں کا جن کی محبتیں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہیں اور ان کی دعاؤں کی وجہ سے ہی دن رات کی مصروفیت کے باوجود میں حضور کی بارگاہ ناز میں اپنی نیاز مندی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے قابل ہوا۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خادم دین مصطفیٰ ﷺ خاکپائے علمائے حق
ڈاکٹر خادم حسین خورشید اللہ زہری

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب اول

حیات النبی ﷺ اور قرآن مجید

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

حیات کے متعدد معانی ہیں:

۱..... نباتات میں جو نشوونما کی قوت ہے اس کو حیات کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

انّ اللہ یحیی الارض بعد موتها۔ (الحدید: ۱۷)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ فرماتا ہے۔

۲..... حیوانات میں جو احساس اور حرکت بالارادہ کی قوت ہے اس کو بھی حیات کہتے ہیں:

وما یستوی الاحیاء ولا الاموات۔ (الفاطر: ۲۲)

ترجمہ: اور زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔

۳..... عمل اور عقل کی قوت کو بھی حیات کہتے ہیں:

او من کان میتا فاحیئہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ۔

(الانعام: ۱۲۲)

ترجمہ: اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کو روشنی دی جس سے وہ چلتا ہے۔

۴..... حیاتِ اخرویہ ابدیہ جس کو عقل اور علم سے حاصل کیا جاتا ہے:

استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحببکم۔ (الانفال: ۲۴)

ترجمہ: اللہ اور رسول جب تمہیں ابدی زندگی دینے والی چیز کی طرف بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔

عمل اور عقل کی قوت کا خاتمہ بھی انسانیت کی موت ہے

جس حیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کے لئے موت ممکن نہیں ہے اور وہ عالم اور قادر ہے۔

حیات کے معنی

حیات کے معنی کے مقابلہ میں موت کا معنی ہے، زمین کا بے آب و گیاہ ہونا اور نجر ہونا زمین کی موت ہے، جس اور حرکت ارادیہ کی قوت کا ختم ہو جانا، جانداروں اور حیوانوں کی موت ہے، عمل اور عقل کی قوت کا ختم ہو جانا انسانوں کی موت ہے۔

(المفردات مطبوعہ المكتبة المرتضویہ ایران، ص: ۱۳۹، ۱۳۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لئے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا پھر وہ آسمان کی طرف قصد تو اس نے سات ہموار آسمان بنا دیئے (البقرہ: ۲۹)

قرآن مجید کا موتِ انسانی کے بارے میں نظریہ

قرآن کریم کا ذہن جاہلیت سے مفہومِ موت پر اختلاف

عربوں کا تصور ”موت“ کے متعلق یہی چلا آ رہا تھا کہ:

۱..... یہ فقط روح کے بدن سے جدا ہونے کا نام ہے اور ایک امر عادی ہے۔

۲..... ان کے اعتقاد میں نہ بھائے جسدِ نجس نہ بھائے روح۔

۳..... ذرود کے بعد پھر روح اور اس جسدِ دنیوی کا اجتماع ان کے نزدیک محال اور ایک امر مستبعد تھا۔

قرآن مجید نے مفہوم ”موت“ پر ذہنِ جاہلیت بدل ڈالا، ان لوگوں نے اپنے فکر و نظر کے مطابق ”موت“ کے لئے کئی لفظ اختیار کر رکھے تھے۔ اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لئے علامہ ابن سیدہ اندلسی کی کتاب **الخصص** کا مطالعہ مفید ہے جس میں انہوں نے موت کے لئے مختلف الفاظ کی ایک فہرست پیش کی ہے اور ہر لفظ پر اشعارِ جاہلیت سے استدلال کیا ہے۔

اسمائے موت:

الهمیغ والنمیط والرہر والمنون والشعوب والفود والعمام
والسّام والمقدام واقتیم وجہاز وحلاق والقاضیة والطلاطل
والطلاطلۃ واللعلول والذام والكفت والجداع والعزرة والحف
والخالع..... وغیرھا۔

(الخصص ۱۱۵/۶)

انہی میں لفظ ”توفی“ بھی آیا ہے لیکن اس پر محقق اندلسی نے اشعارِ عرب سے استناد نہیں کیا۔ بلکہ استدلال میں قرآن عزیز کو پیش کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مفہوم موت پر نزول قرآن کے وقت ہی سے ذہنِ جاہلیت سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کاشمیری کہتے ہیں:

”جاہلیت کے اعتقاد میں موت پر ”توفی“ کا اطلاق درست نہ تھا، کیونکہ اُن کے اعتقاد میں نہ بھائے جسدِ تنہی نہ بھائے روح، ”توفی“ وصول کرنے کو کہتے ہیں۔

اُن کے عقیدے میں موت ”توفی“ نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید نے موت پر ”توفی“ کا اطلاق کیا اور بتلایا کہ موت سے وصول یابی ہوتی ہے نہ کہ فنا محض۔ اس حقیقت کو ایک کلمہ سے عیاں کر دیا اور کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے اصلی معنی سے جسد مع الروح کے وصول کرنے پر کیا۔“

(مقدمہ مشکلات القرآن ص ۶۷)

عربوں کے تصور موت کو جب اسلام کے قرونِ اولیٰ ہی سے نظر انداز کر دیا گیا ہو اب موت سے متعلقہ مباحث پر معنی موت کیلئے کلام عرب کا مطالبہ ہم نہیں سمجھتے کہ کون سی شان تحقیق ہے، حالانکہ وہاں بھی صرف ”ابانة الروح عن الجسد“ کا نام موت نہیں، بلکہ قوت حیوانیہ کے زوال یعنی آثار حیات کے سلب ہونے کو بھی موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

کل نفس ذائقة الموت فعبارة عن زوال القوة الحيوانية وابانة الروح عن الجسد۔

(المفردات ص ۴۹۴)

ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے، پس موت سے مراد روح کا جسد سے جدا ہونا ہے۔

عرب اُس وقت بھی لفظ ”موت“ استعمال کرتے تھے جب کوئی اونٹ کے کباوے پر گہری نیند میں چلا جائے۔ اگرچہ اس وقت روح جدا نہ ہوتی تھی، لیکن قوت حیوانیہ میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی تھی۔

موت پر قبض روح کا اطلاق بتلاتا ہے کہ روح کے روک لینے کو بھی موت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ قبض بطنہ کے معنی امسك بطنہ کے آتے ہیں۔

ہمیں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ہر طرف کچھ نہ کچھ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس بنیادی یقین کے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ذہن جاہلیت سے مفہوم موت پر اختلاف بالکل ابتدائے اسلام ہی میں ہو گیا تھا۔

نظریہ قرآن میں موت کیا ہے؟

موت ایک ایسی صفت ہے جو صفت ”حیات“ کے تغیر پر بدن کو عارض ہوتی ہے یہ فقط روح کے بدن سے جدا ہونے کا نام نہیں بلکہ ایک وجودی شے ہے۔ جس کی اپنی تخلیق ہے۔

خلق الموت والحيوة۔

(القرآن الکریم: ۲/۷۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے موت کو بھی پیدا کیا اور حیات کو بھی۔

پس جب موت کی ایک اپنی حقیقت ہے تو اسے محض روح و بدن کی مفارقت سے تعبیر کرنا اور محض ایک امر عدی قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

امام ناصر الدین احمد بن محمد بن المنیر الاسکندری المالکی فرماتے ہیں:

ان الموت عدم وهو خطأ صراح ومعتقد اهل السنة انه امر وجودی يضاد الحياة وكيف يكون عدم بهذه المثابة ولو كان عدم مخلوقا حادثا وعدم الحوادث مقورا ازلا للزم قطع الحوادث۔

(الاتصاف ۲۰۳/۳ طبع مصر)

ترجمہ: موت کو محض ایک عدی شے قرار دینا ایک کھلی ہوئی خطا ہے۔ اہل سنت کے عقیدے میں وہ ایک امر وجودی ہے، جو حیات کے مقابل ہے۔ عدی شے

اس درجے میں نہیں ہو سکتی۔ اگر عدمیات کی بھی خلقت ہوتی ہو اور وہ حادث ہوں اور عدم حوادث کا تقرر بھی ازلی ہو تو اس سے قطع حوادث لازم آتا ہے۔

روح المعانی میں ہے:

والموت علی مذهب الكثير من اهل السنة صفة وجودية تضاد الحياة واستدل علی وجوديته بتعلق الخلق به وهو لا يتعلق بالعدمی لازلیة الاعدام۔

ترجمہ: جمہور اہل سنت کے نزدیک موت ایک صفت وجودی ہے، جو حیات کے مقابل ہے۔ اور اُس کے وجودی ہونے کا استدلال اس کے فعلی خلق سے متعلق ہونے سے ہوتا ہے، کیونکہ فعلی خلق عدی چیزوں سے متعلق نہیں ہوتا عدمیات تو ازلی ہیں۔

(روح المعانی ۴/۲۹)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اختلفوا فی الموت فقال قوم انه عبارة عن عدم هذه الصفة وقال اصحابنا انه صفة وجودية مضادة للحياة واحتجوا علی قولهم بانه تعالی قال "الذی خلق الموت والحیوة" والعدم لا یکون مخلوقا هذا هو التحقيق۔

(المفسر کبیر ۱۴۰/۸)

ترجمہ: مفہوم موت پر پرانا اختلاف چلا آ رہا ہے، بعض اسے عدم حیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہمارے اصحاب (اہل سنت) اس بات کے قائل ہیں کہ موت ایک صفت وجودی ہے جو حیات کے مقابل ہے۔ اکابر اہل سنت کا استدلال اس ارشاد قرآن سے ہے "خلق الموت والحیوة"۔ (القرآن الکریم: ۲/۶۷)

کیونکہ عدمیات کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تحقیق یہی ہے۔

الموت عند اصحابنا صفة وجودية مضادة للحياة۔

(تفسیر ابوالسعود ص ۱۹۳)

موت کوئی عدمی صفت نہیں، بلکہ ایک صفت وجودی ہے جو حیات کی ضد ہے۔

اگر موت عدم کا نام ہو، تو خلق کا فعل کس چیز پر واقع ہوگا۔ فتنہ فکر و تدبیر۔

حقیقتِ موت

بہر حال موت ایک ایسی صفت ہے جو صفت حیات کے تغیر پر بدن کو لاحق ہوتی ہے۔ اگر صفت حیات اپنے موصوف کے حق میں صفت عرضی ہے تو اس کے زوال پر موت کا ورود ہوتا ہے اور اگر صفت حیات اپنے موصوف کے حق میں ذاتی ہو تو پھر دو صورتوں سے خالی نہیں، قابلِ تغیر ہے (جس کا پتہ ہمیں اس سے چل سکتا ہے کہ اس کی کیفیت میں پہلے بھی کبھی ظہور و خفا کا انقلاب آیا ہو) یا ناقابلِ تغیر۔ اگر قابلِ تغیر ہے تو پھر صفت حیات کے معرض خفا میں آنے یا مستور ہونے پر یہ صفت موت بدن کو لاحق ہوگی اور اگر ناقابلِ تغیر ہے تو پھر اس پر ورود موت محال ہے۔ پھر وہ حیات دائمہ ازلیہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض گواہی میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جمہور اہل سنت مفہوم موت کی اتنی گہرائی میں نہیں گئے۔ ایسی حیات ذاتی، جس کی کیفیات ظہور و خفا میں قابلِ تغیر ہوں اور اس کی ذاتیت بھی اضافی ہو، ازلی نہ ہو، اس کا مرکز و مصداق پوری کائنات میں ایک ہی ذات ہے، جو باعثِ تکوینِ عالم اور خلاصہ کائنات ہے اس لئے لسانیات کی دنیا میں مفہوم موت کا یہ پہلو اتنا شائع و ذائع نہ ہو سکا۔ اگر موت کو اسی عام معنی میں

لیا جائے کہ موت روح کے بدن سے جدا ہونے کو کہتے ہیں تو عوامی سطح پر اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس تفصیل سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ ان باریک حقائق میں الجھنا اور خواہ مخواہ کسی ایک پہلو کو معرض بحث بنانا، کوئی ایسی بات نہیں جس پر نجات کا یا کم از کم مسئلہ حیات النبی کے ثبوت یا عدم ثبوت کا مدار ہو۔ موت کو اگر اسی عام معنی میں لیا جائے جو جمہور کی رائے ہے تو بھی مسئلہ زیر بحث میں مقصود کلام قطعاً متاثر نہ ہوگا۔ ہاں یہ پیش نظر رہے کہ روح کے بدن میں مقید رہنے کا نام ہی حیات نہیں، روح بدن سے نکل بھی جائے لیکن اس کا کوئی خاص تعلق یا اثر بدن کے ساتھ قائم رہے تو بایں صورت بھی بدن کو صفتِ حیات حاصل رہے گی۔

محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں روح اور حیات میں ملازمہ نہیں، تا شیعہ تعلق ہی وجود حیات کیلئے کافی ہے۔

متن فقہ اکبر میں یہ جزئیہ داخل عقائد ہے کہ:

اعادة الروح الى العبد حق۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۲۰)

ترجمہ: بندے کی طرف (قبر میں) روح کا لوٹا یا جانا برحق ہے۔

ممکن ہے اس میں حرف ”الی“ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہو کہ روح کو بدن میں لوٹانا ضروری نہیں۔ بدن کی طرف لوٹانا ہی حیات فی القبر کے لئے کافی ہے، جس پر سوال نگیرین اور اس کے بعد ادراک الم ولذات کے احکام مرتب ہو سکیں۔ واللہ اعلم بالصواب

یاد رکھیے! موت فنائے محض کا نام نہیں۔ وہ تو اختلاف دارین کے تحقق کا نام ہے

کہ انسان، عالم دنیا سے دوسرے عالم میں چلا جائے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الموت ليس بعدم انما هو انتقال من دار الى دار -

(عینی علی البخلوی ۶/۶۹)

ترجمہ: موت ایک عدمی چیز نہیں، بلکہ وہ تو ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔

ليس بعدم محض ولا قناء صرف - (بشری الکتاب ص: ۱۶)

موت ہرگز عدم محض اور فنائے خالص کا نام نہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ”ایک لباس اُتار کر دوسرا لباس پہننے“ کا نام موت ہے۔

موت کیا ہے یہ راز کھل ہی گیا !
زندگی اک رُخ بدلتی ہے !
اس کنارے سے اُس کنارے تک !
جیسے اک موج جا نکلتی ہے !

جاننا چاہیے کہ کفار عرب کی طرح موت کے متعلق قرآن مجید کا نظریہ فنائے کامل کا نہیں۔ انبیاء و صلحاء تو در کنار تمام بنی آدم ذائقہ موت چکھنے کے بعد پھر انہی اجسامِ عنصریہ کے ساتھ زندہ کئے جائیں گے۔ اگر آخرت میں یہ جسمانی زندگی محلِ استبعاد نہیں تو بصورتِ دیگر اگر اللہ تعالیٰ بعض نفوسِ قدسیہ کو عالمِ بزرخ ہی میں یہ جسمانی زندگی عطا فرمائے تو اس میں کون سا استبعاد ہے؟ اگر آپ کی عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی تو عالمِ آخرت کی عنصری حیات کا ادراک بھی بجز قدرتِ پروردگار کے اور کیسے ہو سکتا ہے؟

قرآن مجید میں ہے کہ:

وقالوا اذا كنا عظاما ورفاتا وانا لمبعوثون خلقا جديدا ۝ قل
كونوا حجارة او حديد ۝ او خلقا مما يكبر في صدوركم ۝
فسيقولون من يعيدنا ۝ قل الذي فطركم اقل مرة -

(القرآن الکریم: ۷۱/۱۹ تا ۵۱)

ترجمہ: اور کہنے لگے جب ہڈیاں اور چور چور ہو جائیں گے، کیا پھر نئے بن کر
اٹھیں گے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے خیال
میں بڑی ہو پھر پوچھیں گے کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجئے جس نے
تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

پھر فرمایا:

كما بدأنا اول خلق نعيده ۝ وعدا علينا انا كنا فاعلين -

(القرآن الکریم: ۲۱/۱۰۴))

ترجمہ: جیسے ہم نے پہلے اسے بنایا تھا، اسی طرح پھر اُس کو لوٹائیں گے یہ وعدہ
ہے ہمارے ذمہ ہمیں ضرور پورا کرنا ہے۔

جن ذرات کو مٹی کھا چکی وہاں کہاں سے آئیں گے؟

پھر فرمایا:

قد علمنا ما تنقص الارض منهم ۝ وعندنا كتاب حفيظ -

(القرآن الکریم: ۵۰/۳)

ترجمہ: ہمیں معلوم ہے، جو کچھ زمین ان میں سے گھٹاتی ہے ان میں سے
اور ہمارے پاس سارا ریکارڈ محفوظ ہے۔

مزید فرمایا:

من یحی العظام وہی رمیم - قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ
وہو بکل خلق علیم - (یسین پ: ۲۳)

کون ان ہڈیوں کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد پھر زندہ کرے گا؟ آپ فرمادیجئے
وہی انہیں دوبارہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار بنایا تھا۔ اور اسے ہر
پیدائش کا علم ہے۔

کفار و مشرکین کو حیرت تھی کہ ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہونے کے بعد پھر حیات
انسانی کیسے ان ذروں میں عود کر لے گی؟ رب العزت نے فرمایا یہ ریزے اور چورا
تو بہر حال انسانی لاش ہے، جس میں بیشتر زندگی رہ چکی ہے اور خود مٹی کے ذرات میں
بھی آثارِ حیات کا پیدا ہونا چنداں مستبعد نہیں۔ میں اس سے بڑھ کر تمہیں آثارِ قدرت
دکھاتا ہوں کہ ہڈیوں کو چورا نہیں، اگر ممکن ہے تو پتھروں میں تبدیل ہو جائیں یا لوہا بن
جائیں، جو آثارِ حیات قبول کرنے کی بظاہر صلاحیت نہیں رکھتے، بلکہ ان سے بھی کوئی
زیادہ سخت چیز جس کا زندہ ہونا تمہیں لوہے اور پتھروں سے بھی زیادہ مشکل نظر آئے
، بن کر دیکھ لیں حتیٰ کہ موت مجسم بھی بن جائیں، تو اس قادر مطلق کے لئے تمہیں پھر
اسی جسدِ غضری سے زندہ کر دینا کوئی مشکل نہیں۔

حیاتِ انسانی کے چار دور

عالمِ ارواح

یہ وہ پہلی زندگی ہے جس میں عہد ”الست“ لیا گیا تھا ”واشهدہم علی انفسہم“
کی شہادت اسی دور کی موجودات پر دلالت کرتی ہے۔ اس وقت ارواح کو کچھ ہدایات

اور بشارات رب العزت کی طرف سے ملی تھیں۔ اس دور کی انتہا والدہ کے پیٹ میں ہوتی ہے، جب جسد جنین میں روح داخل ہوتی ہے۔ اس عالم کو عالم ارواح اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے سوا جتنے بھی انسانی زندگی کے دور ہیں، سب میں روح کے ساتھ بدن متعلق ہے، خواہ جلی طور پر، جیسا کہ اس دنیا میں ہوتا ہے اور خواہ نہایت لطیف انداز میں، جیسا کہ قبر میں ہوتا ہے بہر حال اس سے گریز نہیں، عالم مثال میں بھی جسم سے چارہ نہیں، خواہ وہ کوئی دوسرا جسم ہی کیوں نہ ہو۔ عالم ارواح صرف ایک عالم ہے اور صرف اسی میں انسان کی زندگی روحانی زندگی ہے۔

عالم دنیا

اس کا معنی قرسی زندگی کا دور ہے۔ قرآن کریم اسے "الحیوة الدنیا" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس میں روح و بدن کا تعلق نہایت مضبوط ہوتا ہے، مگر جسد کے احکام روح پر غالب رہتے ہیں۔ یہاں حیات کا تقوم اس دنیا کے رزق مادی پر ہوتا ہے۔ تغذیہ و تعمیر اس زندگی کے لوازمات میں سے ہیں۔ اس دور کی انتہا موت پر ہوتی ہے لیکن بعض اوقات مرنے سے پہلے ہی اگلی زندگی کے آثار نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہی عالم "دار الحکلیف" ہے اور یہی "دار العمل" جس کے ذخیرہ پر بعد کی جزایا سزا مرتب ہوتی ہے۔

عالم برزخ

موت کے بعد سے لے کر قیامت قائم ہونے تک یہ دور رہتا ہے۔ اس میں روح اور بدن یا روح اور اجزائے بدن کے مابین نہایت لطیف اور قوی تعلق قائم ہوتا ہے۔

اس میں دنیا والوں سے بھی پردہ ہو جاتا ہے اور آخرت بھی پوری طرح سامنے نہیں آتی۔ یہاں کی زندگی کے لئے روح اور حیات میں ملازمہ نہیں، روح اگر بدن میں نہ بھی داخل ہو، صرف تاثیر ہی کر رہی ہو تو بھی حیات کا تقوم ہو جاتا ہے۔ قبر کی منزل اسی دور میں شمار ہوتی ہے۔ یہ عالم ایک جہت سے موطنِ دنیوی سے بھی متعلق ہے اور گنجائش ترقی بھی رکھتا ہے۔

(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی دفتر ۲۹/۲ مطبع لکھنؤ)

عالم آخرت

یہ وہی آخری مقام ہے جسے قرآن کریم ”دارالقرار“ کہتا ہے یہ ہمیشہ ٹھہرنے کا گھر ہے۔ جنت اور جہنم اسی دنیا کے دو مختلف نقشے ہیں۔ یہی زندگی ”ابقی“ ہے (القرآن الکریم ۸۷/۱۷) آگے فنا نہیں ان الدار الاخرۃ لہی الحيوان لو كانوا يعلمون۔ (القرآن الکریم ۲۹/۶۳) (بے شک آ کرت کا گھر ضرور وہی پچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔)

یہ چاروں ادوار بالترتیب چلتے ہیں، البتہ صفات مختلفہ مختلف جہات سے جمع ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں سے کوئی دو عالم آپس میں متوازی نہیں۔

فلہذہ الانفس اربع دور کل دار اعظم من التی قبلہا۔

(کتاب الروح ص: ۱۴۴)

ترجمہ: ان نفوس کے چار عالم ہیں، ہر جہاں پہلے والے سے بڑا ہے۔

عالم مثال

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی احادیث سے استنباط

کر کے ایک ایسے عالم کا پتہ دیا ہے، جو عالم ارواح کے سوا حیاتِ انسانی کے باقی ادوار کے متوازی چلتا ہے۔ یہ عالم عنصری نہیں اور اسے عالم مثال کہتے ہیں۔

دلت احادیث كثيرة على ان في الوجود عالما غير عنصری
يتمثل فيه المعانی بأجسام مناسبة لها في الصفة۔

(حجة الله البالغة ص: ۱۰)

ترجمہ: بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں کہ ایک اور جہان موجود ہے جو عنصری نہیں اس میں معانی صفات اور اعراض اُس صورت اجسام میں متمثل ہوتے ہیں جو صفات میں اُن کے مناسب ہو۔

عالم ارواح، عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت اور عالم مثال کے حالات اور اُن کی صفات آپ کے سامنے ہیں۔ اب عالم برزخ میں قبر کے الم ولذت کی کیفیت اکابر و یوں بند سے سنئے۔

عذابِ قبر

۱..... ثم السؤال عندی یکون بالجسد مع الروح كما اشار اليه
صاحب الهداية۔

(فيض الباری ۲/۱۸۲)

ترجمہ: میرے نزدیک قبر کا سوال وجواب روح و جسد کے مجموعہ سے ہوگا اور صاحب ہدایہ نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

۲..... يصع ان يعرض على الانسان المجموع المركب من
الجسد والروح مقعدة من الجنة او النار ويحس اللذة والالم۔

(تفسیر مظهری ۱۰/۲۲۵)

ترجمہ: یہ صحیح ہے کہ قبر میں جنت اور دوزخ کے ٹھکانے روح و جسد کے مجموعہ پر پیش ہوتے ہیں اور روح و جسد سے مرکب انسان ہی قبر کے لذت و الم کا ادراک کرتا ہے۔

۳.....ولا ينكر تعذيب الميت في قبره لانه توضع فيه الحياة عند العامة بقدر ما يحس بالالم والبنية ليست بشرط عند اهل السنة بل تجعل الحياة في تلك الاجزاء المتفرقة لا يدركها البصر۔

(رد المحتار باب اليمين في الضرب والقتل ۲۰۱/۳)

ترجمہ: عذاب قبر کا انکار نہ کیا جائے، کیونکہ جمہور اہل سنت کے نزدیک میت میں اس قدر حیات رکھی جاتی ہے کہ وہ لذت الم کا ادراک کر سکے، اور جسم کا کچا ہونا اس ادراک الم کے لئے اہل سنت کے ہاں کوئی شرط نہیں، بلکہ وہ حیات اجزائے منتشرہ میں بھی اس طرح رکھی جاسکتی ہے کہ یہ ظاہری آنکھیں اسے نہ پاسکیں۔

۴.....واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق في الميت نوع حياة في القبر قد ما يتالم او يتلذذ۔

(شرح فقہ اکبر ص: ۱۲۱)

ترجمہ: یہ جان لیجئے کہ اہل حق (اہل سنت) کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں بحالت قبر ایک اس طرح کی حیات ضرور پیدا فرما، تاہے کہ وہ (معاملات قبر میں) الم یا لذت کا ادراک کر سکے۔

۵.....ان مذهب سلف الامة وائمتها ان الميت اذا مات يكون في نعم او عذاب وان ذلك يحصل لروحه وبدنه۔

(کتاب الروح ص: ۶۴)

ترجمہ: سلف امت اور ائمہ اہل سنت کا فیصلہ یہی ہے کہ مرنے کے بعد میت کے لئے نعیم و عذاب کے معاملات برحق ہیں اور (قبر میں لذت و الم کا) یہ ادراک روح و بدن کے مجموعہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

۲..... ان النعیم والعذاب لا یكون الا علی الروح وان البدن لا ینعم ولا یعذب وهذا تقوله الفلاسفة المنکرون لمعاد الابدان وهؤلاء کفار باجماع المسلمین و یقوله کثیر من اهل الکلام من المعتزلة و غیرهم الذین یقرون بمعاد الابدان لکن یقولون لا یكون ذلک فی البرزخ وانما یكون عند القيام من القبور لکن هؤلاء ینکرون عذاب البدن فی البرزخ فقط۔
(کتاب الروح: ۶۲)

ترجمہ: قبر کا ثواب و عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور بدن کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اُن فلاسفہ کا قول ہے، جو ”معاد ابدان“ کے بھی منکر ہیں اور یہ لوگ بالاجماع مسلمان نہیں، معتزلہ کے متکلمین کا، جو ”معاد ابدان“ کا اقرار کرتے ہیں قبر کے ثواب و عذاب کے متعلق یہی عقیدہ ہے۔ وہ معاملہ ابدان کو صرف حشر میں تسلیم کرتے ہیں، برزخ میں اس کے قائل نہیں۔ ان معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر صرف روح سے متعلق ہے بدن کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

۳..... بدن اول را از حصول احکام برزخ چارہ نبود و از عذاب و ثواب قبر گزر نہ افسوس ہزار افسوس، اس قسم بطلا ل خود را بمسند شیخی گرفتہ اند و مقتدائے اہل اسلام گشتہ ضلوا و اضلوا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر ۲/۱۱۶)

ترجمہ: اس سے پہلے بدن (عنصری) پر احکام برزخ ضرور وارد ہوتے ہیں اور

اس بدن اول کو عذاب قبر اور ثواب قبر کے معاملات سے ہرگز چھٹکارا نہیں، افسوس ہزار افسوس، ان فریب کاروں پر جو شیخ ہونے کی مسند بچائے ہوئے ہیں مسلمانوں کے مقتدا بنتے ہیں (اور پھر ان امور کا انکار کرتے ہیں) یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

خلاصہ بحث

مختلف ادوار حیات کی تفصیل اس لئے کی گئی ہے کہ اصل موضوع جس پر سوادِ اعظم کا اجماع ہے مشتبہ ہو کر نہ رہ جائے۔ برزخی کیفیات کی تفصیل اس لئے کی گئی ہے کہ اس دنیا والے بدن یا اس کے اجزاء کو عالم برزخ میں روح سے کلی طور پر جدا نہ سمجھا جائے بلکہ ہر کسی کے لئے اس کے مقام کے مطابق روح و بدن کا تعلق تسلیم کیا جائے۔ ائمہ اہل اسلام کا اتفاق اور اجماع ہے کہ آں حضرت ﷺ پر وفات شریفہ وارد ہوئی اور طریان موت سے ”کل نفس ذائقۃ الموت“ (القرآن الکریم ۱۸۵/۳) کا وعدہ پورا ہوا۔ آپ کے لئے جس قسم کی وفات مقدر تھی اس کا ورود ہوا اور آپ ﷺ نے یقیناً اس عالم دنیا سے عالم برزخ میں انتقال فرمایا، روضہ منورہ برزخ کا محل اور آخرت کی پہلی منزل ہے۔

بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

”حسب ہدایت“ ”کل نفس ذائقۃ الموت“ (القرآن الکریم ۱۸۵/۳) اور ”انک میت وانہم میتون“ تمام انبیائے کرام علیہم السلام خاص کرام الانبیاء ﷺ کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔“

(لطائف قسمی ص ۲ مطبعہ محتبائی)

”بالجملہ موتِ انبیاء اور موتِ عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔“

(آپ حیات ص: ۲۱۹)

اس پر بھی سوادِ اعظم کا اجماع ہے کہ حضور کے پردۂ قبر میں جانے کے بعد آپ کے جسد اطہر میں حیات لوٹا دی گئی۔ دخولِ روح سے اس دنیا والے جسمِ عنصری میں اعادۂ حیات ہوا یا تاثیرِ روح سے آپ کے جسدِ عنصری میں حیات لوٹ آئی؟ اس میں کچھ خفیف سا اختلاف ہے لیکن انجام کار پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روضۂ منورہ میں محض بے حس و شعور نہیں، بلکہ فائزِ الحیات ہے۔ آپ کی یہ حیات قدسیہ باعتبار تعلق بالبدنِ جسمانی، باعتبار تعلق بالرزقِ روحانی اور باعتبار تعلق بالعالم، برزخی ہے۔

ان سطور سے یہ حقیقت بے غبار ہو گئی کہ اصل بحث مطلق حیات نہیں بلکہ حیات بعد الوفات ہے۔ پس وہ آیات یا روایات، جن سے ثبوت وفات برائے سید کائنات کا استدلال ہوتا ہو، ہمارے مدعا کے قطعاً خلاف نہیں۔ مسئلہ زیر بحث میں انہیں بار بار دہرانا اور محل نزاع بنانا یقیناً خروج عن المبحث ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ حیات النبی کے مسئلہ میں یقیناً ”حیات بعد الوفات“ کا ہے۔ پہلے وفات کا ورود بعد کے زندہ ہونے کے ہرگز منافی نہیں۔ خطبہ صدیقی صرف اُن لوگوں کے خلاف ہی پیش ہو سکتا ہے آپ ﷺ پر کسی قسم کے طریانِ موت کے قائل نہ ہوں۔ مولوی قاسم نانوتوی طریانِ موت کی کیفیت میں تو اختلاف کر سکتے ہیں، لیکن ورودِ موت سے انہیں بھی اختلاف نہیں۔ یہ حقیقت ان کو بھی تسلیم ہے کہ جس قسم کی وفات آپ کے لئے مقدر تھی وہ آپ ﷺ پر وارد ہوئی اور وعدۃ الہیہ حضور پر بھی پورا ہو کر رہا تھا۔

حیاتِ جسمانی

زندہ اُسے ہی کہتے ہیں جس کے بدن میں حیات ہو، خواہ دخولِ روح سے، خواہ تاثیرِ روح سے، فقط روح کے زندہ ہونے سے کسی کو زندہ نہیں کہا جاتا، اس لئے کہ روح تو ہوتی ہی زندہ ہے، خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی..... روح جہاں بھی ہوگی، زندہ ہی ہوگی۔ پس کسی شخصیت کے زندہ ہونے یا نہ ہونے کا معیار جسم ہے اور یہی زندگی کا محل ہے۔ جس کے بدن میں حیات ہو وہ زندہ ہے اور جس کی روح یا حیات اس کے بدن سے منقطع ہے وہ زندہ نہیں اور نہ اسے کوئی زندہ سمجھتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں بھی انسانی حیات کا تذکرہ ہے اس کا محل جسم ہی ہے۔

خالق کائنات نے شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أحيَاءٌ وَلَكِنْ

لَا تَشْعُرُونَ۔ (القرآن الکریم ۲/۱۵۴)

ترجمہ: اور تم انہیں، جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں، مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

یہاں احیاء انہی کو فرمایا جو من یقتل کے ماتحت آتے تھے اور ظاہر ہے کہ قتل کا محل جسم ہے نہ کہ روح۔ پس حیات کا محل بھی جسم ہی ہے نہ کہ روح۔ اگر جسم میں زندگی ہو تو وہ زندہ ہے اگر جسم زندہ نہیں تو کوئی زندگی نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ شہداء کے اجسام سامنے بالکل مردہ نظر آتے ہیں بلکہ بعض اوقات لاش بھی ایک جگہ نہیں ہوتی تو کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ وہ جسدی طور پر

زندہ ہیں؟

جواباً گزارش ہے کہ اسی لئے رب العزت نے ارشاد فرمایا تھا۔ وَلَـكِن لَّا تَشْعُرُونَ لیکن تمہیں خبر نہیں۔ اگر ہمیں اس حیات کی خبر نہیں تو یہ ایک پردہ ہے حق یہی ہے کہ حیات ثابت ہے اور وہ جسدی حیات ہے۔
قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

ورد النص في كتاب الله في حق الشهداء انهم احياء يرزقون
وان الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء المرسلين -

(نیل الاوطار ۳/۲۲۱)

ترجمہ: نص قرآن وارد ہے کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے اور یہ کہ ان کی حیات جسمانی ہوتی ہے۔ (چاہے ہمیں اس کا ادراک نہ ہوتا ہو) پس انبیائے مرسلین کی حیات اطہر کس طرح جسمانی نہ ہوگی؟
۲..... واذا قال ابراهيم رب انى كيف تحى الموتى -

(سورہ بقرہ پ: ۳)

ترجمہ: اور جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے؟

یہاں حیات کا محل اسے ہی بتایا جسے ”موٹی“ کہا گیا ہے اور ظاہر ہے روح ہمیشہ زندہ ہوتی ہے اسے میت کبھی بھی نہیں کہا جاتا۔ موت کا محل جسم ہی ہے اور ”موٹی“ اجسام ہی کو کہا گیا ہے۔ پس حیات کا محل بھی جسم ہی ہے نہ کہ روح۔

۳..... قاماته الله مائة عام - (القرآن الکریم ۲/۲۵۹)

ترجمہ: حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال تک موت سے رکھا۔

اس میں بھی امانت کا محل جسم ہی ہے نہ کہ روح۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی روح

پرتو موت قطعاً نہ آئی تھی۔ پس جس طرح موت کا محل جسم ہے نہ کہ روح۔ اسی طرح حیات کا محل بھی جسم ہی ہے۔ جب حیات جسم میں ہو تو زندہ ہے جب نہ ہو تو زندہ نہیں۔

۴۔۔۔۔۔ انی یحیٰ ہذا۔ (القرآن الکریم) میں بھی محل حیات جسم ہی ہے نہ کہ روح۔ ان حقائق سے واضح ہو گیا حیات ہوتی ہی جسمانی ہے اگر روح کا تعلق بدن کے ساتھ نہ ہو تو اسے کوئی حیات نہیں کہتا اور نہ ہی یہ حیات کی کوئی قسم ہے۔ خواہ مخواہ اسے حیات روحانی کہتے چلے جانا ایک مغالطہ اور فریب ہے۔ اسی طرح موت کا محل بھی جسم ہی ہے۔

مالک بن ریب اپنے مرثیے میں کہتا ہے:

وَلَمَّا تَرَاءَتْ عِنْدَ مَرُومِنِیْ

وَحُلَّ بِهَا جَسْمِیْ وَحَانَتْ وَفَاتِیَا

ترجمہ: اور جب مرو کے پاس میری موت سامنے آئی اور اس کا محل میرا جسم بنا اور میری وفات کی گھڑی آ پہنچی۔

حیاتِ برزخیہ

انبیاء کرام کی حیاتِ عنصری جسمانی کے انکار کو حیاتِ برزخی کے مبہم اقرار میں لپیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ حیات کی کوئی قسم برزخی نہیں۔ حیاتِ برزخیہ میں علاقہ نوعیت کا نہیں ظرفیت کا ہے اور حیاتِ برزخی سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ کہ حیات کی اپنی کوئی قسم برزخی ہے، نہ یہ مطلب ہے کہ آپ ﷺ کو عالم برزخ میں حیاتِ جسمانی حاصل نہیں۔

پس لوگوں نے حیاتِ برزخی کی تصریح کی ہے ان کی مراد روضہ منورہ کی حیاتِ عنصری جسمانی کا انکار ہرگز نہیں، اسی طرح جنہوں نے حیاتِ روحانی کے الفاظ استعمال کئے، ان کا منشاء یہی تھا کہ باعتبار تعلق بالرزق وہ روحانی حیات ہے، نہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم۔ اندریں صورت حیاتِ روحانی یا حیاتِ برزخی کے قول سے قبر شریف کی حیاتِ جسمانی کا انکار ہرگز لازم نہیں آتا۔

خاصل بحث یہ کہ آنحضرت ﷺ کی حیاتِ ثانیہ کی ان جہات (برزخی، روحانی، معنوی) میں کوئی اختلاف نہیں، انہیں خواہ مخواہ محل بحث بنانا اصل موضوع کو الجھانے کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اصل موضوع تحقیق صرف حیاتِ جسمانی ہے اور وہی محل نزاع بنی ہوئی ہے۔ پس اصل بحث یہ ہے کہ ”سید الکائنات ﷺ کو اپنے روضہ شریفہ میں حیاتِ عنصری جسمانی حاصل ہے یا نہیں۔“

روح کی حقیقت

دیوبندیوں کے معروف محدث سید انور شاہ کاشمیری نے کہا کہ بالفاظِ عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تین چیزیں ہیں۔

- ۱..... وہ جواہر جن میں مادہ اور کیت دونوں ہوں، جیسے ہمارے ابدانِ مادیہ۔
- ۲..... وہ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کیت ہے، جنہیں صوفیاء ”اجسام مثالیہ“ کہتے ہیں۔

- ۳..... وہ جواہر جو مادہ اور کیت دونوں سے خالی ہوں، جن کو صوفیہ ”ارواح“ یا حکماء ”جواہر مجردہ“ کے نام سے پکارتے ہیں۔

جمہور اہل شرع جس کو روح کہتے ہیں، وہ صوفیہ کے نزدیک ”بدن مثالی“ سے موسوم ہے۔ جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، کان ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔ یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہو جاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکلیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے، جس سے بدن پر ہر حالت میں موت طاری نہیں ہوتی، گویا حضرت علی مرتضیٰ کے قول کے مطابق، جو بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا (القرآن الکریم ۳۹/۴۲) کی تفسیر میں نقل کیا ہے، اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے، مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے، جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔

(فوائد القرآن للعلامہ عثمانی ص: ۳۷۶)

دیوبند کے مشہور محدث سید انور شاہ کا شمیری لکھتے ہیں:

الحيوة في اللغة شيء مغاير للروح لاعينه بل ثمرة تعلقه وقد
زعم بعض الناس انه نفس الحيوة ولمس كذلك۔

(نعمۃ السلام ص: ۳۶)

ترجمہ: حیات اور روح لغت کی رو سے دو مختلف حقیقتیں ہیں۔ حیات روح کا عین نہیں، بلکہ اس کے تعلق کا ایک ثمرہ ہے۔ بعض عام لوگوں کا گمان ہے کہ روح ہی نفس حیات ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔

بسیارے از اشاعرہ و حنفیہ در اعادہ روح تردد کردہ اند و تلازم روح و حیات را منع نمودہ۔ (حیات القلوب ص: ۱۵۶)

ترجمہ: بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ (حیات فی القبر کے لئے) اعادہ روح کے

باب میں مترود رہے ہیں (یعنی اسے قطعی نہیں جانتے) اور حیات اور روح کے ملازم کے قائل نہیں۔

(یعنی قبر میں حیات جسمانی کے لئے اعادہ روح ضروری نہیں، محض تعلق روح سے بھی وہاں حیات کا تحقق ہو جاتا ہے)

بدن کے جدا ہونے کے بعد روح کا شعور

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس پر دلائل پیش کرتے ہوئے کہ ”روح مفارقتِ بدن کے بعد بھی جزئیات کا ادراک کر سکتی ہے“ فرماتے ہیں:

فوجب القطع بان النفس بعد مفارقة البدن مدركة للجزئیات۔
(المطالب العالیہ مقالہ ۳ فصل ۵ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: اس بات پر یقین ضروری ہے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی جزئیات کا ادراک کرتی ہے۔

موت کے بعد زندگی

ارشادِ ربانی ہے:

کل نفس ذائقة الموت : (ال عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔

یہ قطعی اور یقینی حقیقت ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ موت کے بعد انسان میں ثواب کی لذت اور عذاب کی تلخی کے ادراک کی صلاحیت ہوتی ہے یا نہیں، بعض معتزلہ اور روافض کہتے ہیں کہ انسانی جسم ادراک سے محروم اور بے جان لاشہ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

بعض معتزلہ اور روافض نے عذابِ قبر کا انکار کیا ہے، کیونکہ میت زندگی اور ادراک سے عاری محض ہے لہذا اسے عذاب دینا محال ہے۔

(شرح العقائد مطبوعہ شركة الاسلام لکھنؤ۔ ص: ۷۷)

اہل سنت کے نزدیک اسے ایک قسم کی زندگی دی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ ثواب و عقاب کا ادراک کرتا ہے۔

میت تلاوتِ قرآن سن کر راحت حاصل کرتی ہے

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ سوال کے وقت رُوح بدن کی طرف لوٹتی ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بے روح جسم سے سوال کیا جاتا ہے لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔

(کتاب الروح مطبوعہ حیدر آباد دکن، ص: ۸۴)

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

میت کا قراءت وغیرہ آوازوں کو سنا حق ہے، امام احمد بن حنبل کے اصحاب اور دیگر علماء نے کہا کہ میت کے پاس جو گناہ کئے جاتے ہیں، اُن سے اسے اذیت ہوتی ہے، یہی قول انہوں نے امام احمد سے نقل کیا اور اس بارے میں متعدد آثار روایت کئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میت کو تلاوتِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔

(التضاء العبراط المستقیم، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور، ص: ۳۷۹)

مردے سنتے ہیں

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

مطلق ادراک، علم اور سننا تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔

(نیل الاوطار، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۳۰/۲۸۲)

انہوں نے ہر میت کے لئے علم اور سننے کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے خواہ وہ مسلمان ہو

یا کافر۔

میت دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی

آواز سنتی ہے

علامہ ابن قیم سماع موتی پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں

تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی

ہے کہ وہ اہل قبور کو خطاب کرتے ہوئے سلام کریں اور کہیں: ”السلام علیکم

دار قوم مؤمنین“ (تم پر سلام ہواے مومن قوم کے گھر والو!) اور یہ اس شخص

سے خطاب ہے جو سنتا اور جانتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کسی پتھر

کو خطاب کیا جائے یا ایسے شخص کو خطاب کیا جائے جو موجود ہی نہ ہو۔

(کتاب الروح مطبوعہ حیدر آباد دکن، ص: ۴)

کس کی مانیں، چھوٹے میاں کی یا بڑے کی؟

اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے..... احسان الہی ظہیر کہتا ہے کہ یہ حدیث دلیل نہیں

بنتی کیونکہ بسا اوقات ایسی چیزوں کو خطاب کیا جاتا ہے جو سنتی نہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے چاند کو دیکھ کر اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔“ (ترمذی۔ (البریلو یہ ص: ۷۸)

احسان الہی ظہیر کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے شرف ملت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”البریلو یہ کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ“ میں فرماتے ہیں: اب قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ظہیر صاحب کی بات مانی جائے یا ان کے امام ابن تیمیہ کی؟ (عقائد و نظریات ص: ۵۴)

ان عبارات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جاننا اور سننا تمام اموات کے لئے ثابت ہے اور یہ کہ صاحب قبر، تلاوت اور سلام کہنے والے کی آواز سنتا ہے، ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر میت کی زندگی دنیا جیسی ہے، حتیٰ کہ اسے کھانے اور پینے کی ضرورت ہو کیوں کہ جسم کے ساتھ روح کے تعلقات کئی قسم کے ہیں۔

جب کوئی سلام کرتا ہے تو جواب کے لئے روح واپس آ جاتی ہے

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

روح کے جسم کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں (تین تعلقات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں) جسم کے ساتھ روح کا چوتھا تعلق، برزخ میں ہے کیونکہ روح اگرچہ جسم سے الگ ہو چکی ہے لیکن وہ بالکل ہی جدا نہیں ہو گئی یہاں تک کہ اس کی توجہ ہی جسم کی طرف نہ رہے، ہم نے جواب کی ابتداء میں وہ احادیث اور آثار ذکر کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ

جب سلام کہنے والا سلام کہتا ہے تو روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے یہ خاص قسم کا لوٹانا ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم قیامت سے پہلے (مکمل طور پر)

زندہ ہو جائے گا۔ (کتاب الروح، ص: ۷۱، ۷۲)

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اصحاب قبور، زندوں کی زیارت اور ان کے سلام کو جانتے ہیں

یا نہیں؟

میت قبر پر آنے والے کو پہچانتی ہے

سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ ایسے اقوال مروی ہیں کہ میت کو زیارت کرنے والے کا علم بھی ہوتا ہے اور وہ اس سے خوش بھی ہوتا ہے۔

(کتاب الروح، ص: ۴)

میں اپنے بندے کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ

سنتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے، میرا بندہ فرائض سے زیادہ محبوب کسی بھی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کرتا، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس

سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اُسے ضرور دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔ (الجامع الصحیح للبخاری کتاب الرقاق باب التواضع کراچی، ۱۲/۹۶۳)

اللہ تعالیٰ کے جلال کے نور سے بندہ دور و نزدیک سے سن سکتا ہے

امام رازی آیہ کریمہ ”ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم“ (القرآن الکریم ۱۸/۹) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اسی طرح انسان جب نیکیوں کا پابند ہو جاتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کان اور اس کی آنکھیں ہوتا ہوں پس جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان ہوتا ہے تو وہ دور اور نزدیک سے سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوتا ہے تو وہ مشکل اور آسان قریب اور بعید میں تصرف پر قادر ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر ۲۱/۸۹۱)

اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں

فاضل محقق ملا علی قاری حدیث شریف ”ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانہماء“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسی لئے کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ، مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار (دنیا سے برزخ) کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح مطبوعہ ملتان ۳/۲۳۱)

مقبولانِ خدا سے بعد از وصال پر دے اٹھادیئے

جاتے ہیں

نیز حدیث شریف ”وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی“ کی شرح

میں فرماتے ہیں:

حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں: یہ اس لئے کہ جب پاکیزہ اور مقدس نفوس جسمانی تعلقات سے جدا ہوتے ہیں تو انہیں عروج حاصل ہوتا ہے اور وہ عالم بالا سے جا ملے ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ باقی نہیں رہتا، تو وہ سب کو دیکھتے ہیں جیسے وہ سب چیزیں ان کے سامنے ہوں یا فرشتے انہیں خبر دیتے ہیں اور اس میں ایک راز ہے جسے حاصل ہوتا ہے وہی اسے جانتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح مطبوعہ ملتان ۲/۳۳۲)

غوثِ اعظم بعد از وصال ملّا اعلیٰ کی صفت سے موصوف

ہو گئے

اس بات کی صراحت محدثِ جلیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تمہمات الہیہ کی

دوسری جلد میں کی ہے، فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی کو تمام جہان میں سرایت کرنے کا شعبہ حاصل ہے اور یہ

اس لئے کہ جب ان کا وصال ہو گیا تو ملّا اعلیٰ کی صفت کے ساتھ موصوف

ہو گئے اور تمام جہان میں سرایت کرنیوالا وجود ان میں منتقل ہو گیا، اس بناء پر ان

کے طریقے میں روح پیدا ہو گئی۔ (حاشیہ معات مطبوعہ حیدرآباد سندھ ص: ۶۳)

اولیاء کرام کی ولایت بعد از وصال بھی باقی رہتی ہے

اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں:

اولیاء کو دنیا میں معزول کئے جانے اور خاتمے کا خوف دامن گیر رہتا ہے لیکن جب وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو صاحب ایمان بھی ہوتے ہیں اور صاحب ولایت بھی۔

(بغیۃ الرائد فی شرح العقائد مطبوعہ گوجرانوالہ ص: ۸۷، ۸۸)

ان علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو جو قوتیں عطا فرمائی تھیں، وہ دنیا کی زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں بلکہ وصال کے بعد بھی حاصل رہتی ہیں، کیونکہ جب ان کی ولایت باقی ہے تو اس کے آثار بھی باقی ہوں گے

حیاتِ شہداء

حیاتِ شہداء قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے، ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ

رَبِّهِمْ يَرْزُقُونَ۔ (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں۔

شہداء کی روحوں قبروں میں اُن کی طرف وٹا دی جاتی ہیں

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ شہداء حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، پھر

ان میں اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ قبروں میں اُن کی روہیں اُن کی طرف لوٹادی جاتی ہیں تو وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، حضرت مجاہد (تابعی) فرماتے ہیں انہیں جنت کے پھل دیے جاتے ہیں یعنی انہیں اُن کی خوشبو محسوس ہوتی ہے حالانکہ وہ جنت میں نہیں ہوتے، جمہور کے علاوہ بعض علماء نے کہا کہ یہ زندگی مجازی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں جنت کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے مستحق ہیں، پہلا قول صحیح ہے اور مجاز کی طرف رجوع کا کوئی باعث نہیں ہے۔

(تفسیر فتح القدیر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹۹)

ارشاد ربانی ”عند ربهم یرزقون“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس جگہ رزق سے مراد وہی رزق ہے جو عادیہ معروف ہے یہی جمہور کا مذہب ہے جیسے اس سے پہلے بیان ہوا، جمہور کے علاوہ بعض علماء کہتے ہیں: اس سے مراد اچھی تعریف ہے، حالانکہ کتاب اللہ میں واقع عربی کلمات میں تحریف اور بغیر کسی سبب مقتضی کے بعید مجازات پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(تفسیر فتح القدیر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹۹)

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی قبر میں جسمانی ہے اور یہ سب سے اعلیٰ، افضل اور قوی حیات ہے، اور انبیاء علیہم السلام دنیاوی احکام میں بھی زندہ ہوتے ہیں ان کی وفات کے بعد ان کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی اور وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے کسی شخص کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

فلما قضینا علیہ الموت ما دلہم علی موتہ الا دابة الارض تاكل
منساتہ فلما خر تبینت الجن ان لو كانوا یعلمون الغیب ما لبثوا
فی العذاب المہین۔ (سبا: ۱۴)

ترجمہ: تو جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو ان کی موت پر
سوائے زمین کی دیمک کے کسی نے مطلع نہیں کیا جو سلیمان کے عصا کو کھاتی رہی
پھر جب سلیمان زمین پر آ رہے تو جنوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اگر وہ غیب
جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔

حیات انبیاء اور بیت المقدس کی تعمیر

حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں سے مسجد بیت المقدس کی تعمیر کی تجدید کر رہے
تھے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو موت کے وقت سے مطلع کر دیا تو آپ نے جنوں
کو نقشہ بنا کر دیا اور خود ایک شیشہ کے مکان میں دروازہ بند کر کے عصا سے ٹیک لگا کر
کھڑے رہے اور کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوسکا، وفات کے بعد مدت دراز
تک جن بہ دستور تعمیر کرتے رہے، جب تعمیر پوری ہو چکی تو وہ عصا دیمک کے گھن لگنے
کی وجہ سے گر پڑا، تب سب کو آپ کی وفات کا حال معلوم ہوا۔ اس سے یہ معلوم ہوا
کہ انبیاء پر موت طاری ہونے کے بعد ان کا جسم صحیح سلامت رہتا ہے، پھولنے، پھٹنے،
گلنے اور سڑنے سے محفوظ رہتا ہے، لیکن ان کی جسمانی حیات کی کیفیت ہمارے دائرہ
احساس اور شعور سے خارج ہے۔ عصا میں جب گھن لگ گیا اور وہ زمین پر گر گیا
اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم مبارک بھی زمین پر آ رہا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ
انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہوتی ہے لیکن اس پر دنیاوی حیات کے آثار مرتب

نہیں ہوتے، ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم اپنے قیام میں عصا کا محتاج نہ ہوتا اور عصا گرنے کے باوجود آپ کا جسم مبارک قائم رہتا۔ انبیاء علیہم السلام زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور جوان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں ان کی شفاعت کرتے ہیں، اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مشاہدہ اور مطالعہ میں مستغرق رہتے ہیں اور احوال برزخ پر بھی نظر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کائنات میں تصرف بھی کرتے ہیں، لیکن یہ تمام امور تشابہات میں سے ہیں، یہ امور ایسے نہیں ہیں جیسے دنیا میں کسی انسان سے صادر ہوتے ہیں، ان کی کیفیت ہم ایسے عام لوگوں کے دائرہ ادراک اور شعور سے خارج ہے، احادیث میں بھی انبیاء علیہم السلام کی جسمانی حیات اور ان کے جسمانی تصرفات پر دلائل ہیں۔

حیات انبیاء پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے

معارضہ کے جوابات

قرآن مجید میں ذکر ہے کہ وفات کے بعد عصا کا سہارا نہ ہونے کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم زمین پر آ رہا، اور احادیث صحیحہ میں وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، نمازیں پڑھنا، حج کرنا، سلام کا جواب دینا اور باتیں کرنا مذکور ہے۔ ان میں توفیق اور تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

۱..... عام انسانوں اور جنات کی نظروں میں انبیاء علیہم السلام کے اجسام پر وفات کے بعد آثار حیات نہیں ہوتے۔ ان میں آثار حیات کا مشاہدہ صرف اہل اللہ اور انبیاء علیہم السلام ہی کر سکتے ہیں۔

۲..... انبیاء علیہم السلام کے اجسام عنصریہ میں حس اور حرکت ارادی کے آثار نہیں ہوتے، البتہ انہیں روح کے ساتھ اجسام مثالیہ کو متعلق کر دیا جاتا ہے اور تصرف کے جس قدر واقعات کا ذکر احادیث میں ہے یہ سب اجسام مثالیہ ہیں۔

۳..... وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کو ظاہر کرنے کے لئے ان سے آثار حیات کو سلب فرما لیتا ہے (جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں جنوں کے دعویٰ علم غیب کو رد کرنا مقصود تھا یا ان کی وفات ظاہر کر کے ان کی تجہیز و تکفین اور ان کو قبر میں دفن کرانا تھا) اور بعض اوقات اپنی کسی حکمت کو ظاہر کرنے کے لئے ان کے اجسام میں آثار حیات جاری فرما دیتا ہے، جیسے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی عظمت اور شان ظاہر کرنے کے لئے شب معراج آپ کی اقتداء میں سب نبیوں سے نماز پڑھوائی اور عبادت میں ان کا شغف ظاہر کرنے کے لئے وفات کے بعد نبی ﷺ کو انہیں نماز پڑھتا ہوا اور حج کرتا ہوا دکھایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی منتقلی

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے، مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں اذان اور اقامت پڑھتے ہیں، جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبریں منکشف ہو جائیں تو

عام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی، ورنہ احادیث میں تعارض لازم آئے گا، کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابویعلیٰ میں حدیث مرفوع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ (روح المعانی دار الفکر بیروت ۲۲/۵۵، ۵۱)

آقائے دو جہاں ﷺ کی موت

اور کفار کی موت کا فرق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اور کفار دونوں کی موت بیان کی ہے اور دونوں جگہ موت کا ایک جیسا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور دونوں کو میت فرمایا ہے تو پھر تم رسول اللہ ﷺ کو زندہ اور کفار کو مردہ کیوں کہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ”انک میت“ میں میت نکرہ ہے اور ”انہم میتون“ میں بھی میت نکرہ ہے اور اصول فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔ سو کفار پر جو موت آئے گی وہ اس موت کی غیر ہے جو ہمارے نبی ﷺ پر آئی تھی، ہمارے نبی ﷺ پر ایک آن کے لئے موت آئی، پھر آپ کو حیات جاودانی عطا فرمادی گئی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا، آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو آپ کے حجرہ مبارکہ میں دفن کیا گیا اور قبر میں آپ کو حقیقی اور جسمانی حیات عطا کی گئی اور کفار بالکل مردہ ہوتے ہیں، صرف عذاب قبر پہنچانے کے لئے ان کو ایک نوع کی بزخی حیات عطا کی جاتی ہے۔

نبی کائنات ﷺ کی موت کے متعلق

مفسرین کی آراء

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں:

آپ اور کفار ہر چند کہ اب زندہ ہیں لیکن آپ کا اور ان کا شمار موتی (مردوں) میں ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ آنے والی ہے۔

(تفسیر کبیر داراحیات الثراث العربی بیروت ۳۵۱/۹)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس (انک میت وانہم میتون) آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی وفات اور کفار کی موت کی خبر دی ہے اور اس کی پانچ توجیہات ہیں:

(۱) اس آیت میں آخرت سے خبردار کیا ہے۔ (۲) اس آیت میں آپ کو عمل پر ابھارا ہے۔ (۳) موت کی تمہید کے لئے اس کو یاد دلایا ہے۔ (۴) آپ کی وفات کا اس لئے ذکر فرمایا تاکہ مسلمان آپ کی وفات میں اس طرح اختلاف نہ کریں جیسے پچھلی امتوں نے اپنے نبیوں کی وفات میں اختلاف کیا تھا، حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کا انکار کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے آپ کی وفات پر استدلال فرمایا۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کی خبر دے کر یہ بتایا ہے کہ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے لیکن موت میں تمام مخلوق برابر ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن دارالفکر بیروت ۲۲۶، ۲۲۷/۱۵)

علامہ اسماعیل حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

موت صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے، المفردات میں مذکور ہے: قوت
حساسہ حیوانیہ کے زوال کا نام موت ہے، جس کے روح سے الگ ہو جانے کو بھی
موت کہتے ہیں۔

وصال حبیب ﷺ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا فراق
قریب آ پہنچا تو ہم سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جمع ہوئے، آپ نے
ہماری طرف دیکھا، پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے فرمایا: تم
کو خوش آمدید ہو، اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھے اور اللہ تم پر رحم فرمائے، میں تم کو اللہ سے
ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اب فراق قریب آ گیا ہے
اور یہ وقت ہے اللہ کی طرف لوٹنے کا اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الملائہ کی طرف جانے
کا، میرے گھر کے لوگ مجھے غسل دیں گے اور مجھے کفن ان کپڑوں میں پہنائیں گے
اگر وہ چاہیں تو حلقہ یمانیہ میں، پس جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے
میرے اس تخت پر میرے حجرے میں رکھ دینا میری لحد کے کنارے پر، پھر کچھ دیر کے
لئے میرے اس حجرے سے نکل جانا، سب سے پہلے میرے حبیب حضرت جبریل
میری نماز جنازہ پڑھیں گے، پھر حضرت میکائیل، پھر حضرت اسرائیل، پھر ملک
الموت اپنے لشکر کے ساتھ میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر تم گروہ درگروہ آ کر میری
نماز جنازہ پڑھنا، مسلمانوں نے جب آپ کے فراق کا سنا تو وہ رونے لگے اور کہنے
لگے یا رسول اللہ! آپ ہمارے رب کے رسول ہیں اور ہماری جماعت کی شمع ہیں اور
ہمارے معاملات کی برہان ہیں جب آپ چلے جائیں گے تو ہم اپنے معاملات
میں کس طرف رجوع کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو صاف اور شفاف

راستے پر چھوڑا ہے، جس کی رات بھی اپنے ظہور میں دن کی طرح ہے اور اس رہنمائی کے بعد وہی شخص گمراہ ہوگا جو ہلاک ہونے والا ہو اور میں نے تمہارے لئے دو نصیحت کرنے والے چھوڑے ہیں، ایک ناطق ہے اور دوسرا ساکت ہے، رہا ناطق تو وہ قرآن کریم ہے اور رہا ساکت تو وہ موت ہے پس جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو تم قرآن اور سنت کی طرف رجوع کرنا اور جب تمہارے دل سخت ہو جائیں تو تم مردوں کے احوال پر غور کرنا۔ پھر اس دن رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کو دوسرا عارضہ ہوا، آپ اٹھارہ روز تک بیمار رہے اور مسلمان آپ کی عیادت کرتے رہے، پھر پیر کے دن آپ کا وصال ہو گیا اور اسی دن آپ کی بعثت ہوئی تھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا اور بدھ کی شب جب نصف گزر چکی تھی آپ کو دفن کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ منگل کی شب آپ کو دفن کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ ۱۹۷۲ء۔۔۔ المعجم الاوسط رقم الحدیث ۳۹۹۶۔۔۔ مسند البزار رقم الحدیث: ۸۳۷)

عامۃ الناس کی موت اور نبی کائنات کا وصال فرمانا

اس پر غزالی زماں حجۃ الاسلام سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی عمدہ اور خوبصورت بات ارشاد فرمائی:

۱..... حضور سید عالم ﷺ کو اختیار تھا کہ حضور دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں (بخاری شریف) لیکن ہمیں دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف جانے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ہم موت کے وقت سفر آخرت پر مجبور ہوتے ہیں۔

۲..... غسل کے وقت ہمارے کپڑے اتارے جاتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو انہیں کپڑوں میں غسل مبارک دیا گیا جن میں حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔

(بخاری شریف)

۳..... حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہماری طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ ملائکہ کرام اہل بیت عظام اور محضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے جماعت کے بغیر الگ الگ حضور ﷺ پر نماز پڑھی اور اس پر معروف دعائیں بھی نہیں پڑھیں بلکہ حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کے کلمات طیبات عرض کئے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔

(مواہب اللدنیہ)

۴..... ہماری موت کے بعد جلدی دفن کرنے کا تاکید حکم ہے لیکن حضور ﷺ وصال کے بعد سخت گرمی کے زمانہ میں پورے دو دن کے بعد قبر میں دفن کئے گئے۔ (زر قانی شریف)

۵..... حضور ﷺ کا دفن مبارک بحکم شرع وہی مقام رہا جہاں حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔ (زر قانی شریف) ہمارے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

۶..... ہماری موت کے بعد ہماری میراث تقسیم ہوتی ہے۔ حضور ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۷..... ہمارے مرنے کے بعد ہماری بیویاں ہمارے عقد نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں باقی ہیں اور ہمیشہ تک یہ حکم جاری رہے گا۔

اس مسئلہ پر قرآن و سنت کے صریح دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ۱

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مَرْيَةِ مَنْ لَقَاءَهُ۔ (السجدة: ۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔

دیوبند مکتب فکر کے شیخ الاسلام عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
 ”موسیٰ کے ذکر پر فرما دیا کہ تم جو موسیٰ (علیہ السلام) سے شبِ معراج میں ملے
 تھے وہ سچی حقیقت ہے کوئی دھوکہ یا نظر بندی نہیں۔“

(تفسیر عثمانی ص: ۵۴۰)

یہی مضمون ملاحظہ ہو:

(تفسیر جلالین مع البیضاوی صفحہ ۲۲۶، ابن کثیر ۴۶۳، خازن مع معالم التنزیل ۲۲۷/۵، قرطبی ۱۴/۸،
 تفسیر کبیر مطبوعہ ایران ۱۸۳/۲۵، روح المعانی مطبوعہ ملتان ۱۳۸/۲۱، معارف القرآن از کتدہ دہلوی
 ۳۵۳/۵، معارف القرآن از مفتی محمد شمیم دیوبندی ۷/۷۴)

استقبال محبوب کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بلا لیا

غیر مقلدین کے ایک عالم احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں:

صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ معراج کی رات بیت المقدس
 کے راستہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔
 صحیح بخاری و مسلم میں مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول
 ﷺ معراج کی رات چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملے اور موسیٰ علیہ السلام کے
 مشورہ کے موافق آپ نے پچاس نمازوں میں سے پچاس نمازوں کی تخفیف کی اللہ
 تعالیٰ سے التجا کی اور آپ کی وہ التجا منظور ہو کر پچاس نمازوں کی جگہ پانچ نمازیں رہ
 گئیں جو اب لوگ پڑھتے ہیں، حاصلِ کلام یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو موسیٰ علیہ
 السلام کی ملاقات میں یہ شبہ پڑا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر پہلے تو بیت المقدس
 کے راستہ میں نظر آئے تھے پھر اتنی جلدی مجھ سے پہلے وہ چھٹے آسمان پر کیونکر پہنچ گئے
 فلا تکن فی مریۃ من لقائہ (القرآن الکریم ۲۳/۳۲) سے اللہ تعالیٰ نے اپنے

رسول کے اسی شبہ کو رفع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ظاہر کرنے کے لئے اتنی جلدی موسیٰ علیہ السلام کو ملک شام سے چھٹے آسمان پر پہنچا دیا۔ اس لئے رسول اللہ (ﷺ) سے ملاقات جو موسیٰ علیہ السلام کی چھٹے آسمان پر ہوئی اس میں کچھ دھوکہ نہیں ہے۔

(احسن التفاسیر ۵/۸۳، ۱۸۲)

مندرجہ بالا آیت کریمہ اور اس کی مذکور تفسیر سے صاف معلوم ہوا کہ شب معراج نبی اکرم ﷺ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ ظاہر بات ہے کہ ملاقات کرنے والا زندہ ہوتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے وصال مقدس کے دو ہزار سال سے زائد عرصہ کے بعد قبر انور سے باہر آ کر ملاقات فرما سکتے ہیں تو سید الانبیاء ﷺ کے متعلق یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی قبر انور میں مردہ بے جان پڑے ہوں گے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

سوال..... مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت ایک اور قول بھی ذکر کیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب ملنے میں شک نہ کرو جب اقوال متعدد ہو گئے تو احتمال پیدا ہو گیا کہ کون سا معنی مراد ہوگا؟

فإذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

جواب..... متعدد تفاسیر میں سے کسی ایک تفسیر کے ساتھ استدلال میں اور متعدد وجوہ محتملہ میں سے ایک وجہ کے ساتھ استدلال میں بہت فرق ہے، جیسا کہ متعدد مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے مثلاً حاشیہ بیضاوی از علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

حبیب ﷺ اور کلیم علیہ السلام کی ملاقات کا جواز کا کرے

وہ بے ایمان ہے

آیت مذکورہ کا ہم نے جو مطلب بیان کیا ہے یہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد و دیگر علماء سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفسیر کے مطابق ہے۔ کیا تم اپنے باطل عقیدہ ”انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں بے جان مردہ ہیں“ کو بچانے کے لئے صحابہ و تابعین کی تفسیر کو ٹھکرا دو گے؟۔ الحمد للہ ہم دونوں تفسیروں کے قائل ہیں، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کتاب یقیناً ملی جو اس میں شک کرے وہ بے ایمان ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی نبی اکرم ﷺ سے ملاقات بھی یقیناً ہوئی جو اس میں شک کرے وہ بھی بے ایمان ہے۔

دلیل نمبر ۲

ارشاد خداوندی ہے:

وَسَنُلْهِمُكَ مِنْ أَمْرِهِمْ مِنْ قَبْلِكَ مِنْ دُونِ الرِّحْمَنِ
الْهٰةِ يَعْبُدُونَ - (زخرف: ۴۵)

ترجمہ: اور تو ان رسولوں سے پوچھ جن کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا۔ ہم نے اپنی ذات (رحمن کے) سوا کسی اور کی بھی عبادت کرنے کی اجازت دی تھی؟

اللہ کا نبی اکرم ﷺ کو حکم دینا کہ ”رسولوں سے پوچھیے“ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ پہلے رسول بھی زندہ ہیں۔ ورنہ بے جان سے پوچھنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا مجھے یقین کامل ہے

تفسیر خازن میں ہے:

فروی عن ابن عباس فی رواية عنه لما اسرى بالنبی ﷺ بعث
اللہ عزوجل له آدم وولده من المرسلین فاذن جبریل ثم اقام
وقال یا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلوة قال له
جبریل سل یا محمد من ارسلنا من قبلك من رسلنا الایة فقال
النبی ﷺ لا اسال قد اکتفیت وهذا قول الزهری وسعيد بن
جبیر وابن زید قالوا جمع له الرسل لیلۃ اسرى به وامر ان
یسأل فلم یشک ولم یسأل فعلى هذا القول قال بعضهم هذه
الایة نزلت ببیت المقدس لیلۃ اسرى بالنبی ﷺ۔

(تفسیر خازن ۳۶/۶-۱۳۷)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ معراج کی
رات نبی اکرم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی
اولاد میں جتنے بھی رسول ہیں سب کو بھیجا پس جبریل نے اذان کہی پھر اقامت
کہی اور کہا کہ اے محمد (ﷺ) بڑھیے اور اقامت فرمائیے پس جب آپ نماز
سے فارغ ہوئے تو جبریل نے عرض کیا سل یا محمد من ارسلنا من قبلك
من رسلنا الایة۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا چونکہ مجھے
یقین کامل ہے اس لئے میں سوال نہیں کروں گا۔ یہ زہری سعید بن جبیر اور ابن
زید کا بھی قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج رسولوں کو جمع
فرمایا پھر نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ ان سے پوچھو چونکہ نبی کریم ﷺ

کو شک نہ تھا اس لئے آپ نے نہ پوچھا، اسی قول کی بنا پر بعض مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ آیت شب معراج بیت المقدس میں نازل ہوئی۔
تفسیر خازن سے ملتا جلتا مضمون ملاحظہ ہو۔

(معالم التنزیل ۱۳۷/۶..... ابن جریر ۴۷/۲۵..... تفسیر کبیر ۲۷/۲۷..... روح المعانی

۷۶/۲۵..... تفسیر عثمانی ۶۳۹..... تفسیر قرطبی ۹۵/۲۶..... تفسیر فتح القدیر ۵۵۷/۳)

سوال..... اس آیت کی تفسیر میں بھی متعدد اقوال ہیں۔

نمبر ۱..... رسولوں سے پوچھو۔ نمبر ۲..... پہلے رسولوں کی امتوں سے پوچھو۔
نمبر ۳..... رسولوں پر نازل شدہ کتابوں سے پوچھو۔

جب آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال موجود ہیں تو احتمال پیدا ہو گیا۔
فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

الجواب (۱)..... اس سوال کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ ایک تفسیر سے استدلال ہے نہ کہ وجوہ محتملہ میں سے ایک وجہ سے استدلال۔

جواب (۲)..... قرآن کا ظاہر ہماری تفسیر کی تائید کر رہا ہے۔ وہاں لفظ ہے
وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا۔

جواب (۳)..... امام قرطبی صاف صاف فرماتے ہیں:

هذا هو الصحيح في تفسير هذه الآية۔

جواب (۴)..... کسی ایک سنی مفسر یا محدث نے یہ نہیں لکھا کہ تمہارا استدلال اس لئے ناقابل قبول ہے کہ معاذ اللہ، انبیاء کرام علیہم السلام تو آپ بور میں بے جان پڑے
ہیں اس لئے ان سے پوچھنے کا کیا معنی؟

دلیل نمبر ۳

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم

الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا بُرا کیا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

اس آیت کریمہ میں گناہ گاروں کو معافی کا ایک طریقہ بتایا ہے کہ وہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو جائیں۔ اس آیت میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کی کوئی قید نہیں۔ اگر نبی اکرم ﷺ قبرِ انور میں محض بے جان ہیں تو اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کو صرف ظاہری حیاتِ طیبہ تک محدود فرمادیتا اور صحابہ کرام بھی ظاہری حیاتِ طیبہ تک ہی محدود سمجھتے لیکن بعد از وصال صحابہ کرام روضہ اطہر کی حاضری کو مستحسن سمجھا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔

اعرابی کی روضہ اقدس پر حاضری

اسی آیت کی تفسیر میں مشہور دیوبند مکتب فکر کے عالم مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے قارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا، اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفرلک یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔

(تفسیر معارف القرآن ۴۶۰/۲)

مندرجہ بالا تفسیر سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام آپ کو زندہ سمجھ کر ہی قبر انور پر حاضری دیا کرتے تھے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب دوم

حیات النبی اور احادیث رسول ﷺ

تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں
عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احياء فی
قبورهم یصلون۔

(مسند ابی یعلیٰ ۱۴۷/۶، شفاء السقام ص: ۱۷۹، مفتاح الملہم شرح مسلم ۳۲۹/۱)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا اللہ کے سارے نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔
اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔
اس حدیث کے متعلق محدثین کی آراء ملاحظہ ہوں:

شیخ محقق فرماتے ہیں:

ابو یعلیٰ بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

آورد کہ (مدارج النبوة ۴۴۷/۲)

ترجمہ: محدث ابو یعلیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثقہ راویوں کی
حدیث بیان فرمائی ہے۔

علامہ بیہقی فرماتے ہیں:

رواہ ابو یعلیٰ والہزار ورجال ابی یعلیٰ ثقات۔

(معجم الزوائد ۲۱۴/۸)

ترجمہ: اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور ہزار نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے سارے

راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سید سمہودی فرماتے ہیں:

رواہ ابو یعلیٰ ہر جال ثقات ورواہ البیہقی وصحاحہ

(وقاء الوقاء ۱۳۵۲/۳)

ترجمہ: اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں کے ذریعے روایت کیا ہے اور بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

وصیہ انہ ﷺ قال الانبیاء احياء یصلون۔

(العاوی للفتاویٰ ۱۶۳/۲)

ترجمہ: یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں نمازیں بھی ادا فرماتے ہیں۔

زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے

عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخة وفیہ الصعقة فاکثروا علی من الصلاة فیہ فان صلاتکم معروضة علی قال: قالوا: یا رسول اللہ کیف تعرض صلاتنا علیک وقد اومت؟ قال: یقولون: بلیت، قال: ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بہتر دنوں میں جمعہ کا دن ہے، اس دن حضرت آدم علیہ

السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کی روح مبارک قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہوگی، اس لئے مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت اوس بن اوس کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب آپ کا جسم ریزہ ریزہ جائے گا تو آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

(ابوداؤد شریف ۱۵۰/۱، سنن ابی حنیفہ ۱۵۵/۱، ابن ماجہ شریف ص: ۱۱۹، ۱۲۰)

آنحضرت قبر میں زندہ ہیں..... (وحید الزماں)

مشہور غیر مقلد عالم وحید الزماں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح و سلامت اور روح تو سب کی سلامت رہی ہے پس آنحضرت ﷺ مع جسم صحیح و سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کا یہی اعتقاد ہے اگرچہ یہ زندگی دنیا کی سی زندگی نہیں جس میں کھانے اور پینے کی احتیاج ہو لیکن جو باتیں آں حضرت ﷺ سے دنیاوی حیات کی حالت میں عرض کر سکتے تھے وہ اب بھی عرض کر سکتے ہیں اور جو فیوض و برکات آنحضرت ﷺ سے پہلے ہوتے تھے وہ اب بھی ہوتے ہیں، کمالِ نحوست اور شامت ہے اس شخص کی جو حج کو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضری نہ دے۔

(سنن ابن ماجہ مترجم ۳۵۶/۱)

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں..... (خلیل انیٹھوی)

مشہور دیوبندی عالم خلیل احمد انیٹھوی بھی لکھتے ہیں:

انّ اللہ عزوجل حرم علی الارض ای منعها اجساد الانبیاء ای
من ان تاكلها و انّ الانبیاء فی قبورهم احياء۔

(بذل المجهود شرح ابوداؤد ۱۶۰/۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے زمین کو نبیوں کے اجسادِ مطہرہ
کھانے سے۔ پس انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

کنایہ عن کون الانبیاء احياء فی قبورهم۔

(حاشیہ نسائی شریف ۱۵۳/۱)

ترجمہ: (انّ اللہ حرم) انبیاء کے اپنی قبور میں زندہ ہونے سے کنایہ ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و نیز در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوئید صلوٰۃ رادر روز جمعہ۔

(مدارج النبوة ۲/۳۳۸)

ترجمہ: اور حدیث صحیح میں بھی آیا ہے کہ جمعہ کے روز درود شریف زیادہ پڑھو۔

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں:

وازیں جا معلوم می شود کہ حیات انبیاء حیات حسی دنیاوی است نہ مجرد بقاء

ارواح۔ (مدارج النبوة ۲/۳۳۸)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی اور حسی

حیات ہے صرف رُوح کے باقی رہنے کا نام نہیں۔

حیات انبیاء پر پوری امت کا اتفاق ہے

یہی حضرت شیخ محقق مسئلہ حیاتِ انبیاء میں اپنی معروف کتاب لمعات شرح مشکوٰۃ میں یہاں تک فرماتے ہیں:

حیاتِ انبیاء متفق علیہ است یچ کس را در وی خلاف نیست حیاتِ جسمانی دنیاوی حقیقی۔ (احمد المصنفات ۵۷۴)

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر سب کا اتفاق ہے کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے اور یہ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال : اتيت (وفي رواية هذاب) مررت على موسى ليلة اسرى بي عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره۔ (رواه مسلم والنسائي)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: معراج کی شب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا (اور ہذا اب کی ایک روایت کے مطابق) سرخ ٹیلے کے پاس سے میرا گزر ہوا (تو میں نے دیکھا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے معروف صلاۃ تھے۔

سلام کرنے والے کا جواب دیتا ہوں

عن ابی ہریرۃ ان رسول الله ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا

ردّ اللہ علیّ روحی حتیٰ اردّ علیہ السلام۔

(ابوداؤد ۲۷۹/۱، الفتح الربانی ترتیب مسند امام احمد ۳۱۲/۱۳، مفتاویٰ ابن تیمیہ ۱/۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کی توثیق میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

رواہ ثقّات۔ (فتح الباری ۲/۳۸۸)

مولوی محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں:

قال الحاکم صحیح الاسناد۔ (فضائل درود شریف ص: ۱۸)

امام زرقانی فرماتے ہیں:

قد روای ابوداؤد باسناد صحیح۔ (ردقانی علی المواہب ۸/۳۰۸)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

صححه النووی فی الاذکار۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۵۱۴)

سوال..... ”اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے“ کا کیا معنی ہے؟

الجواب..... اس بات کے متعدد جوابات محدثین نے ارشاد فرمائے ہیں تفصیل

کیلئے ملاحظہ ہو:

فتح الباری از حافظ ابن حجر عسقلانی، الحاوی للفتاویٰ از امام جلال الدین سیوطی

رحمۃ اللہ علیہما۔ ایک جواب ان میں سے ہم عرض کر دیتے ہیں:

قرآن حکیم میں روح فرشتہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے، مثلاً

فأرسلنا الیہا روحنا فتتمثل لہا بشرا سویا۔ (سورہ مریم: ۱۷)

تو حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ جو مجھے درود پہنچانے پر موکل ہے میری بارگاہ میں حاضری دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ان المراد بالروح الملك الموكل بذلك۔

(فتح الباری مطبوعہ لاہور ۱/۲۵۳، ۳۸۸)

ترجمہ: روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔
مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی فتح الملہم جلد ۳ صفحہ ۳۳۰ پر مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔

موکل فرشتہ کی طاقت و قوت

اس موکل فرشتہ کے بارے میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عن عماد بن یاسر قال قال رسول الله ﷺ ان الله وكل بقبري ملكا اعطاه اسماء الخلائق فلا يصلي عليّ احد الى يوم القيامة الا ابلغني باسمه واسم ابيه هذا فلان ابن فلان قد صلي عليك۔

(الترغيب والترہیب ۲/۳۹۹، فضائل درود شریف مولوی زکریا ص: ۱۸)

ترجمہ: حضرت سیدنا عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت بخشی ہے قیامت تک جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ فرشتہ درود شریف پڑھنے والے اور اس کے باپ کا نام لے کر عرض کرتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔

سبحان اللہ! جب ایک فرشتہ یعنی خادم مصطفیٰ کریم کی طاقت کا یہ عالم ہے تو آقا کریم ﷺ کی طاقت و قوت کا کیا عالم ہوگا؟

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا
نوٹ: امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۴۷ پر امام بخاری کی تاریخ سے بھی نقل کیا ہے۔

سوائے انبیاء کے اور کوئی قبر میں نماز نہیں پڑھتا

ابو نعیم نے ”حلیہ“ میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کے علاوہ بھی کوئی اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۲۵۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

جو درود پڑھے میں سنتا ہوں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دور سے خود سن نہیں سکتے کیونکہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ (جلاء الافہام) فرشتہ کا درود پہنچانا آپ کے یا درود کے اعزاز و اکرام کے لئے ہے، جیسے فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال پہنچاتے ہیں۔)

میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی حاجتیں اور تمیں دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس درود کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۲۲۲۲، جمع الجوامع رقم الحدیث ۲۲۳۵۵)

عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے، عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے درآں حالی کہ وہ امام عادل ہوں گے، وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں: یا محمد! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۸۴، مجمع الزوائد ۵/۸)

وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت کا بیان

صوفیاء بیداری میں فرشتوں اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں
امام غزالی لکھتے ہیں:

صوفیاء کی پہلی منزل مکاشفات اور مشاہدات سے شروع ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ
بیداری میں فرشتوں کا اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے
ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

(المنقذ من الضلال مطبوعہ لاہور ص: ۵۰)

تمام انبیاء کرام کو قبروں سے باہر آنے کا تصرف عطا کیا گیا ہے

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آیا ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت آپ کے جسم اور روح کے ساتھ ہوتی ہے
یا جسم مثالی کے ساتھ؟ امام غزالی نے کہا ہے کہ ارباب احوال آپ کے جسم
اور روح کو نہیں دیکھتے بلکہ مثال کو دیکھتے ہیں (علامہ سیوطی فرماتے ہیں) آپ کی
ذات مبارکہ کی جسم اور روح کے ساتھ زیارت منقطع نہیں کیونکہ آپ ﷺ
اور باقی انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور سب کی رو میں جسموں میں لوٹا دی گئی ہیں
اور تمام انبیاء کو اپنی قبروں سے باہر آنے کا اور تمام کائنات میں تصرف کرنے
کا اذن دیا گیا ہے۔ اور امام بیہقی نے حیات انبیاء میں ایک رسالہ لکھا ہے

اور ”دلائل النبوة“ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۶۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چھٹے آسمان پر اور قبر میں بھی

موجود ہونا

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور سادات صوفیاء کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور رحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے اور اسی وجہ سے یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد ﷺ نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔

(جذب القلوب مکتبہ نعمیہ لاہور ص: ۱۵۳)

علماء دیوبند کے ہر دمرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے

ی؟ وہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل قلبیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے، علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔

(فصلہ ہفت مسئلہ مدنی کتب خانہ لاہور ص: ۷۷)

انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، نبی ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ (بھی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر نبی ﷺ نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا، وہ فوت ہو گیا، نبی ﷺ نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے) موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آیا یہ بشارت اس شخص کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سب کے لئے ہے۔

(مسند امام احمد مکتبہ اسلامیہ بیروت ۳/۴۳۶)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فيه اشارة الى خرق العادة من تعدد الاجساد المكتسبة حيث ان الولد موجود في كل باب من ابواب الجنة -

(مرقاۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۰۹)

ترجمہ: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ وہ بچہ (بیک وقت) جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔

محبذوب کا بیک وقت 30 شہروں میں موجود ہونا

دیوبند کے سرخیل شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

محمد بن المحضرمی محبذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور آپ کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔

(جمال الاولیاء مکتبہ اسلامیہ لاہور ص: ۱۸۸)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الشربینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد نکروڈ میں تھی، آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہوا کرتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔ (جمال الاولیاء ص: ۲۰۲)

کالمین نے سرکار ﷺ سے حالت بیداری میں فیض

حاصل کیا

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کالمین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے۔

شیخ سراج الدین ابن الملقن نے ”طبقات الاولیاء“ میں لکھا ہے کہ:

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں عجی شخص ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور آپ نے فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتحمس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتحمس ہو گیا، آپ نے فرمایا: منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا، آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

کاملین کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے

حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لہم الارض وحصل لہم
اہدان مکتسبة متعددا وجدوا فی اماکن مختلفة فی ان

واحد۔ (مرقاۃ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۳۱/۲)

ترجمہ: جب اولیاء اللہ کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لئے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آن واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔

کاملین ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہوتے ہیں

مسلم دیوبند کے نامور عالم شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت وحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا چلے جاتے، اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیہ سے تعلق برقرار رہتا ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں، اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے، جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے اور علامہ ابن قیم نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیف احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا، شب معراج نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

علاوہ دوسرے انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

(فتح الملہم مطبعہ الجمعۃ کراچی ۱/۲۰۵، ۲۰۵)

علامہ سیوطی نے 75 مرتبہ بیداری میں سرکارِ دو عالم ﷺ

کی زیارت کی

دیوبند مکتبہ فکر کے نامور محدث سید انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی ﷺ کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے محترم مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ۱/۴۴، لواقیم الانوار القدسیہ ص: ۱۷)

حاضر و ناظر کا مفہوم

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور مبارکہ میں اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، عبادت اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں مشغول ہیں، ان پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں، نیک اعمال دیکھ کر وہ اللہ کی حمد کرتے ہیں اور بُرے اعمال دیکھ کر امت کے لئے استغفار کرتے ہیں، اور اہل اللہ اور خاص خاص بندگانِ خدا ان کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں، ان کا کلام سنتے ہیں

اور وہ اپنی قبروں سے باہر بھی آتے ہیں اور زمین اور آسمان میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، ایک وقت میں کئی جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں، اس وقت ان کی روح کئی صورتوں میں متسل ہوئی ہے یا ایک وقت میں کئی جگہ ان کے اجسام مثالیہ نظر آتے ہیں، نبی ﷺ کو جو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے، حاضر و ناظر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنے جسم معروف اور جسد غصری کے ساتھ ایک وقت میں ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

حاضر و ناظر سے ہماری مراد یہ ہے

علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ سید آلوسی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ عبد الوہاب شعرانی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی شبیر احمد عثمانی کی صریح عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات عالم کا ملاحظہ اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور احوال برزخ میں مشغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے سے ہماری یہی مراد ہے۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہیں تو اگر ہر جگہ آپ بعینہ موجود ہیں تو یہ تکرر جزی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شی غیر شی ہوتی ہے، سو اس جگہ آپ نہ ہوئے بلکہ آپ کا غیر ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حبیبہ کے لحاظ سے بہر

حال تغایر ہے، اس لئے یہ تکرر جزی نہیں ہے اور چونکہ ان تمام اجساد مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لئے یہ اجسام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

روضہ اقدس سے اذان کی آواز آنا

امام دارمی حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں:
حرہ کے زمانے میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان اور تکبیر نہیں کہی گئی، حضرت سعید بن مسیب مسجد میں ہی رہے انہیں نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور سے اذان کی آواز سن کر ہی نماز کے وقت کا پتہ چلتا تھا۔

(سنن الدارمی مطبوعہ دارالمحسن قاہرہ ۱/۴۳)

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ یا دیگر اولیاء کی قبروں سے سلام کا جواب سنا اور سعید بن مسیب، حرہ کی راتوں میں قبر سے اذان سنا کرتے تھے یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات یہ سب حق ہیں، ہماری ان میں بحث نہیں ہے اور معاملہ اس سے کہیں بڑا اور برتر ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم مکتبہ سلفیہ لاہور ص: ۳۷۱)

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: یہ احادیث نبی ﷺ کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بھی، اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ

رَبِّهِمْ يَرْزُقُونَ۔ (ال عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: اور جو لو اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے۔
اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جو ان سے بہت افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو، لہذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

اللہ نے آپ کو نبی اور شہید بنایا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی ﷺ کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۰۷، مجمع الزوائد ۵/۸، المستدرک ۵۸۳)

یا محمد آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ

ہوتا ہوں

عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف عن عمہ عثمان بن حنیف ان رجلاً کان یختلف الی عثمان بن عفان فی حاجۃ لہ فکان عثمان لا یلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ فلقی ابن حنیف فشکی ذلک الیہ فقال لہ عثمان بن حنیف: انت المیضنا فتوضاً ثم انت المسجد فحصل فیہ رکعتین، ثم قل: اللّٰهُمَّ انی اسألك واتوجه الیک بنہیئنا محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی

فمقتضى لى حاجتى وتذكر حاجتك وروح حتى اروح معك
فانطلق الرجل فصنع ما قال له ثم اتى باب عثمان بن عفان
فجاء البواب حتى اخذ بيده فادخله على عثمان بن عفان فاجلسه
معه على الطنفسة فقال حاجتك ؟ فذكر حاجته وقضاها له ثم قال
له : ما ذكرت حاجتك حتى كان الساعة وقال : ما كانت لك من
حاجة فاذا كرها ، ثم ان الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن
حنيف فقال له : جزاك الله خيرا ما كان ينظر فى حاجتى ولا
يلتفت الى حتى كلمته فى فقال عثمان بن حنيف : واللہ ما
كلمته ولكنى شهدت رسول الله ﷺ واتاه ضرير فشكى اليه
ذهاب بصره فقال له النبى ﷺ فتصبر ، فقال : يا رسول الله ليس
نسى قائد وقد شق على فقال النبى ﷺ انت الميضأة فتوضأ ثم
صل ركعتين ، ثم ادع بهذه الدعوات قال ابن حنيف : فوالله ما
تفرقنا وطال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كأنه لم يكن
به ضرر قط۔ (رواه الطبرانى والبيهقى وقال المنذرى والحديث صحيح)

(المعجم الكبير لطبرانى ۳۰/۲۰، المعجم الصغير ۱/۱۸۳)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ بن اہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنے چچا حضرت عثمان بن
حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان
رضی اللہ عنہ کے پاس کسی ضرورت سے آتا رہا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
اُس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور اس کی حاجت پر غور نہ فرماتے تھے۔ وہ شخص
(عثمان) بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُن سے اپنے مسئلہ کی بابت شکایت
کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: لوٹا لاؤ اور وضو کرو، اس کے
بعد مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھو، پھر (یہ دعا) پڑھو: اے اللہ! میں آپ سے

سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف اپنے نبی محمد ﷺ کی رحمت کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری یہ حاجت پوری فرمادے۔ اور پھر اپنی حاجت کو یاد کرو۔ (اور یہ دعا پڑھ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ) یہاں تک کہ میں بھی تمہارے ساتھ آ جاؤں۔ پس وہ آدمی گیا اور اس نے وہی کیا جو اُسے کہا گیا تھا۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا تو دربان نے اس کا ہاتھ تھاما اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس چٹائی پر بٹھایا اور پوچھا: تیری کیا حاجت ہے؟ تو اس نے اپنی حاجت بیان کی اور انہوں نے اسے پورا کر دیا۔ پھر انہوں نے اُس سے کہا: تو نے اپنی اس حاجت کے بارے میں آج تک بتایا کیوں نہیں؟ آئندہ تمہاری جو بھی ضرورت ہو مجھے بیان کرو۔ پھر وہ آدمی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اگر آپ میرے مسئلہ کے بارے میں حضرت عثمان سے بات نہ کرتے تو وہ میری حاجت پر غور کرتے نہ میری طرف متوجہ ہوتے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا میں نے اُن سے تمہارے بارے میں بات نہیں کی۔ بلکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ ایک نابینا آدمی آیا اور آپ ﷺ سے اپنی بینائی ختم ہو جانے کا شکوہ کیا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو صبر کر، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا کوئی خادم نہیں اور مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: لوٹالے کر آؤ اور وضو کرو (اور اسے یہی عمل تلقین

فرمایا) حضرت ابن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! ہم لوگ نہ تو ابھی مجلس سے دور ہوئے اور نہ ہی ہمارے درمیان لمبی گفتگو ہوئی، حتیٰ کہ وہ آدمی ہمارے پاس (اس حالت میں) آیا کہ گویا اُسے کبھی اندھا پن تھا ہی نہیں۔
اس حدیث کو امام طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا وادی ازرق میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر وادی ازرق میں ہوا، آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو دیکھ رہا ہوں، وہ بآواز بلند تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے اتر رہے ہیں، پھر آپ وادی ہرہی سے گزرے، آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یہ وادی ہرہی ہے، آپ نے فرمایا: گویا کہ میں (حضرت) یونس بن متی کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ ایک سرخ رنگ کی فریہ اونٹنی پر سوار ہیں، جس کی مہار کھجور کی چھال کی ہے، انہوں نے اونٹنی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ ”اللہم لمیت“ کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

(صحیح مسلم ۹۴/۱ مطبوعہ نور محمد اصم المطابع کراچی)

انبیاء بمنزلہ شہداء بلکہ ان سے بھی افضل ہیں

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام حج اور تبلیہ کس طرح کرتے ہیں، حالانکہ وفات پا چکے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہ منزلہ شہداء ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں، اس لئے ان کا حج کرنا اور نماز پڑھنا بعید نہیں ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم ۹۲/۱ مطبوعہ نور محمد اصم المطابع کراچی)

انبیاء زندہ ہیں اسی لئے حج کرتے ہیں

دیوبند مکتب فکر کے معروف عالم شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اس لئے ان کو حج کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے (الی قولہ) اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے ان کی روح کو دیکھا تھا، آپ کے لئے ان کی روحوں کو اس طرح متمثل کر دیا گیا جس طرح شب معراج انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو متمثل کر دیا گیا تھا اور ان کے اجسام قبروں میں تھے علامہ ابن منیر وغیرہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نبی کی روح کے لئے ایک جسم مثالی بنا دیتا ہے، پھر وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتے ہیں اسی طرح بیداری میں دکھائی دیتے ہیں۔

(فتح الملہم مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی ۳۳۰/۱)

میں نے سب نبیوں کی امامت کی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت میں پایا، میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے بال قبیلہ شنوءہ کے

لوگوں کی طرح گھٹکریا لے تھے، اور اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے نبی ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر نماز کا وقت آیا اور میں نے ان سب نبیوں کی امامت کی۔

(صحیح مسلم ۹۶/۱ مطبوعہ نور محمد اصم المطابع کراچی)

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا تھا؟ حالانکہ آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور آپ نے ان کو آسمانوں میں بھی اپنے اپنے مراتب میں دیکھا اور ان کو سلام کیا اور انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں بیت المقدس جاتے ہوئے آسمانوں پر چڑھنے سے پہلے دیکھا ہو، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو پہلے نماز پڑھائی ہو اور پھر ان کو آسمانوں پر دیکھا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہو۔

(شرح صحیح مسلم ۹۶/۱ مطبوعہ نور محمد اصم المطابع کراچی)

صحابی کی روضہ رسول پر حاضری اور امت کی سیرابی کے لئے التجا

عن مائک الدار قال: اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الى قبر النبی ﷺ فقال: یا رسول اللہ! استسق لامتک فانهم قد هلكوا

فاتى الرجل فى المنام فقال له : انت عمر قاترء السلام واخبره
انكم مسقتون وقل له : عليك الكيس ، عليك الكيس قاتى عمر ،
فاتخبره فبكى عمر ثم قال يارب لا الؤ الا ما عجزت عنه۔

رواه ابن ابى شيبه والبيهقى فى الدلائل۔ وقال ابن كثير اسناده صحيح ، وقال

العسقلانى : رواه ابن ابى شيبه باسناد صحيح۔

ترجمہ: حضرت مالک داررضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے تو ایک صحابی حضور نبی
اکرم ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ (اللہ تعالیٰ
سے) اپنی امت کی سیرابی کی دعا فرمائیں کیوں کہ وہ (قحط سالی کے باعث) تباہ
ہو گئی ہے تو خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ اس صحابی کے پاس تشریف لائے
اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اسے میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کیے جاؤ
گے اور عمر سے (یہ بھی) کہہ دو کہ (دشمن تمہاری جان لینے کے درپے ہیں ان
سے) ہوشیار رہو، ہوشیار رہو، پھر وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے
اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رو پڑے اور کہا: اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ
کہ کوئی کام میرے بس میں نہ رہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے اور بیہقی نے دلائل الغلوہ میں روایت کیا ہے۔
امام ابن کثیر نے فرمایا: اس کی اسناد صحیح ہے۔ امام عسقلانی اور امام ابن ابی شیبہ بھی
اسے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب سوم

حیات النبی ﷺ اور عقیدہ اصحاب رسول

حضور سرورِ دو عالم ﷺ پر جب وفات شریفہ وارد ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقامِ رخ میں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ما مات رسول اللہ ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ پر جو کیفیت وارد ہے، وہ موت ہرگز نہیں۔

بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے:

واللہ ما کان یقع فی نفسی الا ذالک۔

ترجمہ: خدا کی قسم! میرے ضمیر کا یہی فیصلہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے حضور انور ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی آپ ﷺ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بے اختیار رو پڑے اور حضور کو مخاطب کر کے کہا:

یاہی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بہدۃ لا ینقک
اللہ الموتین اہدا۔

(بخاری ۱۱۷۱)

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ حیات اور موت دونوں کیفیتوں میں کیسے پاکیزہ ہیں۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔

اما الموتۃ التی کتب اللہ علیک فقد متھا۔ (بخاری ۱۶۶۱)

ترجمہ: جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لکھی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی۔
ابن ابی شیبہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
آتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن لی تھی کہ رسول اللہ ﷺ پر جو
صورتِ حال پیش آتی ہے وہ موت نہیں ہے۔

فكشف عن وجهه ثم اكب عليه قبله وبكى ثم قال يا بني انت
وامي واللہ لا يجمع الله عليك موتتين اما الموتة التي كتبت
عليك فقد متها۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/۶۲۰)

پس آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا پھر آپ نبی
اکرم ﷺ پر جھک پڑے، بوسہ دیا اور رو پڑے۔ اس کے بعد آپ نے عرض
کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں
کبھی جمع نہ کرے گا۔ جو موت کہ آپ کے لئے لکھی گئی تھی۔ آپ اس کا کوچھ
چکے۔

یہاں تین امور پیش نظر رہیں، اولاً کیا اللہ تعالیٰ نے واقعی آپ ﷺ کیلئے کوئی
خاص قسم کی موت لکھی تھی کہ اس کا اس خصوصیت سے تذکرہ کیا جا رہا ہے؟ ثانیاً
”میرے ماں باپ آپ پر قربان“ عربوں کے محاورات میں یہ جملہ کیا امواتِ محضہ
کے لئے بھی آتا ہے یا اس کے لئے جو من وجہ حیات لازم ہے؟ ثالثاً یہاں جمع موتین
میں دو موتوں سے کیا مراد ہے؟ ہم یہاں صرف تیسرے بحث کی تفصیل بیان
کرتے ہیں۔

موتین کا مفہوم

لا یرحمہ اللہ علیک موتین (اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا)۔ اس کی شرح میں مختلف باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ پس فکر و نظر سے ان کا جائزہ لینا چاہیے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ارشاد صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کے لئے تھا، کیونکہ اگر آپ ﷺ کی اس صورت پیش افتادہ کو موت نہ کہا جائے تو لازم آتا ہے کہ آپ پر موت پھر کبھی آئے گی اور اس طرح گویا کہ آپ پر دو موتیں وارد ہوئیں، اس کی نفی کرتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ پر دو وفات ثابت فرمایا۔

جواباً عرض ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد "لا یرحمہ اللہ علیک موتین" کا یہ مفہوم ہرگز نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے خیال کے مطابق اگر اس صورت پیش افتادہ کو موت نہ کہا جائے اور اس لزوم کو بھی مان لیا جائے کہ اس صورت میں آپ پر پھر کبھی دو وفات ہوگا تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیال کے مطابق حضور ﷺ پر دو موتیں جمع ہو رہی ہیں جس کی تردید کی ضرورت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیش آئی تھی؟ اس لئے کہ جب پہلی صورت ان کے خیال میں موت ہی نہیں، تو پھر آئندہ کے دو موت سے دو موتوں کا اجتماع کیسے لازم آیا؟ اور اگر پہلے دو موت ہو چکا ہے، تو پھر اس پر یہ لزوم کیسے لایا جاسکتا ہے کہ اس صورت میں آپ ﷺ پر موت پھر کبھی آئے گی۔

لا یرحمہ اللہ علیک موتتین۔ تو یہ اسی ذہن پر کچھ اثر ڈال سکتا ہے، جو پہلے ورود موت کا قائل ہو اور صورت پیش افتادہ کو موت یقین کر رہا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس پہلی ہی وفات کے قائل نہ تھے۔ پس ان کے خیال کے مطابق پھر کبھی موت واقع ہونے سے دو موتوں کا اجتماع ہرگز لازم نہیں آتا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی تردید فرما رہے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلی موت ہی کے قائل نہیں تو ان کی تردید کے لئے یہ جملہ مذکورہ کیسے کار فرما ہو سکتا ہے۔ اس جملہ بلیغہ کا مطلب یقیناً وہی ہے،

انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا سب کو قبر میں دوبارہ

موت آتی ہے

شیخ الاسلام حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اراد بالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وهما الموتان المعروفتان المشهورتان فلذلك ذکرهما بالتعریف وهما موتتان الواقعتان لكل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانهم لا یموتون فی قبورهم بل هم احياء واما سائر الخلق فانهم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم النعیمه وسمی بالاولی السنۃ والجماعۃ ان فی القبر حیوة وموتاً فلا بد من ذوق الموتتین لكل احد غیر الانبیاء۔

(عینی شرح بخاری ۶/۲۰۰)

ترجمہ: دو موتوں سے مراد ایک اس دنیا کی موت اور دوسری قبر کی موت ہے اور یہ

دونوں موتیں تعلیمات اسلام میں معروف ہیں اور اسی لئے انہیں معرفہ ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں موتیں انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی ہر ایک انسان کو پیش آتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبور میں دوسری موت نہیں آتی، بلکہ وہ وہاں زندہ رہتے ہیں، ان کے علاوہ باقی عام لوگوں پر (سوال و جواب کے بعد) پھر قبر میں ورود موت ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہیں زندگی قیامت کو ملتی ہے، امل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہی ہے کہ ماسوائے انبیاء علیہم السلام کے باقی سب کے لئے قبر میں موت و حیات دونوں ہیں پس ہر کسی نے دو موتوں کا ذائقہ چکھنا ہے۔

انبیاء کرام کو قبر میں موت نہیں آتی

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ منکرین حیات کا جواب دیتے ہوئے ایک جواب کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

واحسن من هذا الجواب ان يقال ان حياته ﷺ في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا و الانبياء احياء في قبورهم ولعل هذا هو الحكمة في تعريف الموتين حمت قال لا يذيقك الله الموتين اى المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل احد غير الانبياء۔ (فتح الباری پ ۱۲/ص ۳۶۳)

ترجمہ: احسن جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی قبر شریف میں ایسی حیات دائمہ حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد پھر کبھی ورود موت نہ ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، غالباً یہی وجہ ہے کہ ارشاد نبوت میں موتین کو الف لام سے لایا گیا ہے پس یہ دونوں موتیں (ایک اسی دنیا میں دوسری قبر میں) انبیاء کے سوا باقی ہر انسان پر وارد ہونی ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ نور الحق محدث دہلوی شارح بخاری ابن شیخ محقق علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

لا یدینقک اللہ الموتین ابدال۔ یعنی بعد از موت بحیات ابدی زندہ خواہی بود از آن کہ وی رضی اللہ عنہ، دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلمانان کہ در وقت سوال منکر و نکیر زندہ می کنند آن ہا را بازی میرانند، چنانکہ در تفسیر احیئنا ائنتین وامتنا ائنتین گفته اند۔

(تفسیر القاری شرح ۳ صحیح بخاری ۲۵/۳)

پھر ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

”قول بخاری مقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء علیہم السلام بعد از اقب موت زندہ اند

بحیات دنیوی۔ (تفسیر القاری ۲۶۲/۳)

ترجمہ: ارشاد نبوت کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا اس کا مطلب یہی ہے کہ وفات شریفہ وارد ہو جانے کے بعد پھر آپ ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہوتے ہیں، باقی عام مسلمان منکر و نکیر کے سوالات کے لئے اپنی اپنی قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں اور پھر ان پر قبر میں دوبارہ درود موت ہوتا ہے۔

دوسری موت عامۃ الناس کو سوالات کے جوابات کے

بعد آئے گی

پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”موت دوم آنست کہ سائر الناس را در قبر بعد از سوال منکر و نکیر خواہد بود و ایں

جواب موافق جمہور علماء است کہ قائل اند بحیات سائر انبیاء در عالم برزخ و بایں معنی ناطق است آثار و احادیث چنانکہ بر معتبران پوشیدہ نیست و ایں قول نزد ما حسن اقوال است۔“

(تیسر القلری کتاب المغازی ۲۱۷/۳)

ترجمہ: دوسری موت وہ ہے جو عامۃ الناس کو قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے بعد پھر دوبارہ آئے گی۔ یہ جواب جمہور علماء کے فیصلے کے مطابق ہے، وہ عالم برزخ میں تمام انبیاء کی حیات کے قائل ہیں۔ اسی معنی کی تائید میں آثار و احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ تتبع کرنے والے اہل تحقیق پر یہ مخفی نہیں اور ارشاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان تمام اقوال سے بہتر ہے جو اس کی تشریح میں کہے گئے ہیں۔

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسری موت کبھی نہیں آئے گی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث کی شرح اسی طرح کرتے ہیں:

”مراد آنست کہ نمی میرد بموت دیگر در قبر، چو دیگران کہ زندہ گردانیدہ می شود برائے سوال باز میرانیدہ می شود و ظاہر آنست کہ موت دیگر نیست بروے و بعد از جریان سنت الہی بر اذاعت موت و زندہ گردانیدن بعد از ازاں حیات باقی و مستمر خواهد بود و ممات بر آں طاری نخواہد شد۔ پس ایں سخن اشارہ است بحیات آن حضرت۔“

(مدارج النبوت ۸۹۰/۲)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے یہ تھی کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر منور میں دوسری موت بالکل نہ چمکیں گے، دوسرے

عام لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر ان پر دوبارہ ورو موت ہوتا ہے۔ آپ ﷺ پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی ایک دفعہ لذت و وفات چکھنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد آپ ﷺ حیاتِ دائمہ سے زندہ ہیں۔ آپ ﷺ پر پھر کبھی آثارِ موت ظاہر نہ ہوں گے۔ اس ارشادِ عالی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اشارہ مسئلہ حیاتِ انبی ﷺ کی طرف ہی تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ صحیح بخاری کے شارحین علامہ عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ نور الحق اور دوسرے اکابر محدثین نے موتِ ثانیہ سے قبر کی موت ہی مراد لی ہے، دوسرے احتمالات عقلاً اور نقلاً صورتِ حال پر قطعاً چسپاں نہیں ہوتے۔ لایجمعہ اللہ علیک موتین کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ موتِ ثانی، جس سے مراد قبر کی موت ہے انبیاء پر ہرگز طاری نہ ہوگی۔ وہ موت کی لذت شناسی کے بعد ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور فراست پر قربان! وفاتِ انبی ﷺ کا اعلان بعد میں فرمایا: پہلے حیات بعد الوفات پر اشارہ فرما دیا، تاکہ وقوعِ موت کی صراحت سے کہیں حیاتِ ثانیہ کی نفی لازم نہ کر لی جائے۔ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری بھی صحیح بخاری کے حاشیہ پر اہل سنت کی طرف سے منکرینِ حیاتِ قبریہ کا اسی طرح جواب دیتے ہیں:

والاحسن ان يقال ان حياہ ﷺ لا يتعقبها موت بل يستمر حیا
والانبياء احياء فی قبورہم۔

ترجمہ: بہترین جواب یہی ہے کہ ایک دفعہ موت چمکنے کے بعد حضور انور کی حیات ایسی ہے کہ پھر اس پر کبھی موت نہ آئے گی اور آپ ﷺ دائمی طور پر انبیاء کی طرح اپنے روضہ میں فائز الحیات رہیں گے۔

غور فرمائیے! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور فطرت نبوت کی مزاج شناسی کہاں تک پروانہ کر رہی ہے، کتنی بڑی بات آپ نے ایک جملے میں ارشاد فرمادی اور کس شان سے آپ کے لئے حیات بعد الوفات کا اثبات فرمایا۔ جامعیت شان اور بلاغت بیان نے جس طرح یہاں سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے، اس کی نظیر کلام عرب میں شاید ہی کہیں ملے۔

ورودِ وفات کا پہلا اعلان بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی کیا تھا احساس نزاکت پر قربان جائیے کہ وفات کا اس وقت تک اعلان نہیں فرمایا جب تک کہ اس کے ساتھ ہی بعد الوفات کی حیات کا اثبات نہیں فرمادیا۔

انبیاء کرام پر دوسری موت وارد نہ ہونے پر امت کا

اجماع ہے

پیش نظر رہے کہ لا یذیقک اللہ الموتین اہدا کی شرح میں شیخ الاسلام حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اجلہ محدثین نے حیات فی القبر کے جس مسئلے کو بیان فرمایا ہے، اسے صرف اپنی رائے یا اپنا نظریہ یا صرف اپنی ہی توجیہ قرار نہیں دیا بلکہ اسے پورے اہل سنت کا مذہب قرار دیا ہے، جس کا انکار خروج عن اہل السنۃ ہے۔

ومذهب اهل السنة والجماعة ان في القبر حيوة وموتا فلا بد
من ذوق الموتين لكل احد غير الانبياء۔

(عینی ۲۰۰/۷)

ترجمہ: پورے اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ قبر میں زندگی اور موت دونوں
ہیں۔ پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں، ہاں انبیاء کرام علیہم
السلام پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی انداز بیان کو اختیار فرمایا ہے کہ
”حموة فی القبر“ کے منکرین اہل سنت میں سے نہیں اور انہیں جواب دینا اہل سنت
کے ذمہ ہی ہوتا ہے۔

قد تمسك به من انكر الحيوة في القبر واجيب عن اهل السنة
..... ان حياته ~~في~~ في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا۔

(فتح الباری ۲۲/۷)

حياة فی القبر کے منکرین کبھی کبھی اس خطبہ صدیقیؒ کی کو اپنا استدلال بنا کر پیش
کر دیتے ہیں۔ ان کے لئے اہل سنت کی طرف سے یہی جواب ہے کہ حضور
ﷺ اپنے روضہ میں دائمی طور پر زندہ ہیں۔ انہیں وہاں پھر موت کبھی نہیں آئے
گی۔

خطبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

رہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ تو اس کا بھی یہی مقصد ہے اور ابائے الروح عن
الجسد کے معنی میں حضور ﷺ کے لئے اس میں موت کا بیان ہے۔ ہم نے جس
حیات کو روح کے بغیر ثابت مانا ہے، اس کی نفی کہاں کہاں وارد ہوئی ہے۔ پھر یہ کہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:
 لن یجمع اللہ علیک موتین (اے آقا ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پر دو
 موتیں جمع نہیں کرے گا۔) (قسط لانی ۴۷۰/۶)

وصیت سیدنا صدیق اکبر اور عقیدہ اہلسنت کی وضاحت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت جو انہوں نے اپنے وصال سے قبل
 فرمائی تھی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ
 کو قبر انور میں زندہ مانتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۸۵ پر
 فرماتے ہیں:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ حضور ﷺ کے حجرہ
 مبارکہ کے سامنے رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے اور قبر انور سے آواز آئے کہ
 ابوبکر کو اندر لے آؤ تب مجھے حجرہ مبارکہ میں دفن کرنا ورنہ عام مومنین کے
 قبرستان میں دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حجرہ مبارکہ کے سامنے صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تو دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی: ادخلوا
 الحبیب الی الحبیب۔ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی حیات بعد
 الہیات کے قائل نہ ہوتے تو ان کی وصیت کے کیا معنی؟

حیات النبی اور عقیدہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تو آپ کے سامنے واضح ہو چکا، اب
 حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اعتقاد بھی ملاحظہ کیجئے۔ پہلے اس اصولی مسئلے کو پیش
 نظر رکھیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

(القرآن الکریم ۲/۴۹)

اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور آپ ﷺ کے سامنے اس قدر آواز بلند نہ کیا کرو۔ جیسے کہ ایک دوسرے کے سامنے کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔
یعنی حضور ﷺ کی مجلس میں یا آپ ﷺ کے سامنے اس طرح آواز نہ نکالو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے سے چھک کر یا تڑخ کر بات کرتے ہو، آپ ﷺ کے سامنے دبی آواز سے بات کرنی چاہیے، مبادا بے ادبی ہو جائے اور تمام اعمال ضائع ہو جائیں۔

ان الذين يخفضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى۔

(القرآن الکریم ۳/۴۹)

ترجمہ: جو لوگ آپ ﷺ کے پاس پست آواز سے بولتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے چن لیا ہے۔
اکابر اہل سنت اور جمہور مفسرین کا اجماع ہے کہ درود و وفات کے بعد یہی حکم قرآنی روضہ اطہر کے پاس کامل ادب و احترام ملحوظ رکھنے کا مقتضی ہے۔ مسجد نبوی کی حدود میں شرعی ضروریات کے علاوہ آواز ہمیشہ پست رہے۔ دیوبندی عالم مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

”جو شخص آپ کی قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔“

(فوائد القرآن ص: ۶۶۹)

دیوبندی مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

”آں حضرت ﷺ حیات ہیں، لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی کی حدود میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے، اس کو حضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔“

(تذکرۃ الخلیل: ۲۰۶)

ترجمان دیوبندیت مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

”بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے۔ یدرسول اللہ من فلان بن فلان یتشفع بک الی ربک۔“

(زبدۃ المناسک ادارہ اشرفیہ لاہور ص: ۹۱)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور تعظیمِ روضہ رسول

عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبني رجل فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فانتی یھذین فجئته بہما فقال ممن انتما او من این انتما قالا من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد لا وجعتكما ترفعان اصواتكما فی مسجد رسول اللہ ﷺ۔

(صحیح بخاری ۱/۶۷۱)

ترجمہ: سائب بن یزید کہتے ہیں، میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کٹکری

ماری، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اُن سے پوچھا تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم کہا کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ ﷺ میں (جس کے سامنے آپ کا روضہ منورہ ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ کی نسبت سے نکیر کرنا اسی لئے تھا کہ وہاں آپ کا روضہ اطہر ہے، جس طرح آپ ﷺ کی اس دنیاوی زندگی میں آپ ﷺ کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا، اسی طرح آپ ﷺ کے روضہ منورہ کے پاس بھی آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں اور جسدِ عنبری سے زندہ ہیں حدودِ مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط کے خود سنتے ہیں۔

یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس نکیر کا منشا یہ ”اصل“ ہے کہ مسجد میں آوازیں بلند کرنا جائز نہیں، پھر جس شان اور مقام کی یہ مسجد ہوگی اسی درجے کا یہ حکم ہوگا کہ اس میں آواز بلند کی جائے اور اس کی خلاف ورزی اسی درجہ کا جرم قرار پائے گی۔

اولاً..... اس لئے کہ سلف و خلف میں سے کسی نے اس اصل کو منشائے نکیر نہیں فرمایا۔

ثانیاً..... علمائے ثقات اور ائمہ سلف ہمیشہ اس روایت کو ان آداب میں ذکر کرتے آئے ہیں، جو حضور ﷺ کی مجلس میں حاضری سے متعلق ہیں۔ کما نقل عن مالک الامام وغیرہ من الائمة الاعلام۔

ثالثاً..... اس صورت میں مسجد کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت محض تشریف مسجد کے لئے ہوگی، حکم نکیر براہ راست اس اضافت سے متعلق نہ ہوگا، حالانکہ حضرت فاروق اعظم نکیر ہی ان الفاظ سے فرما رہے ہیں۔ پس اس میں تاویل مذکور یقیناً ”صرف عن الظاہر“ درست نہیں۔

رابعاً..... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس نکیر پر دلیل پیش نہیں فرمائی بلکہ اس اضافت ہی کو دلیل کے انداز میں بیان فرمایا ہے اگر محض احترام مسجد ہی مقصود ہوتا تو اس پر دلیل بھی بیان فرمادی ہوتی اس لئے کہ یہ مسئلہ اس سطح پر بھی نظری ہی تھا، ہاں احترام دربار رسالت نص قرآن اور واضح تعامل کے پیش نظر ضرور یہ درجہ اختیار کر چکا تھا کہ اسے دلیل میں لائے بغیر ہی منشاء نکیر کے طور پر بیان کیا جاسکے۔
خامساً..... محض احترام مسجد کو نظر انداز کرنا قابل اخراج عن المسجد تو ہو سکتا ہے۔ (فعلہ عبداللہ بن مسعود کما رواہ الدارمی فی سننہ) لیکن اسے قابل سزا قرار دینے کا قول سلف میں سے کسی نے نہیں کیا، ہاں آداب رسالت ﷺ کو نظر انداز کرنا اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ضرور قابل سزا رہا ہے اور یہاں ایجاب (سزا دینے) کا ذکر ہے۔ اخراج کا نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں رسول کائنات ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود نہ سن رہے ہوتے، تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے قرآنی حکم کو اس انداز میں کبھی نہ بیان فرماتے۔ حدود مسجد تک بلند آواز نکالنے کو قابل سزا قرار دینا اس حقیقت کا پتہ دیتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول

اللہ ﷺ کو اپنے روضہ اطہر میں فائز الحیات، زندہ اور مد رک الاصوات سمجھتے تھے۔ پیش نظر رہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور اس کی صحت اور تقریب ہر لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔

تائید مزید

فقد روى عن ابى بكر الصديق قال لا ينبغي رفع الصوت على نبى حيا ولا ميتا وروى عن عائشة انها كانت تسمع صوت الوتد يوتد والمسمار يضرب فى بعض الدور المطنبة بمسجد رسول الله ﷺ فترسل اليهم لا تؤذوا رسول الله ﷺ قالوا وما عمل على بن ابى طالب مصراعى داره الا بالمناصع توقيا لذلك هكذا رواه الحسينى فى اخبار المدينة وهذا مما يدل على انهم كانوا يرون انه حى -

(شفاء السقام ص: ۱۷۳)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ نہ وفات سے پہلے، نہ وفات کے بعد۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کبھی اُن گھروں میں جو مسجد نبوی ﷺ سے متصل تھے، کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں، تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور ﷺ کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے بچنے کے لئے اپنے گھر کے کواڑ باہر جا کر بنوائے تھے (تاکہ ان کا شور حضور ﷺ کو اذیت نہ دے) ان تمام تمام روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو اپنے روضہ اطہر میں زندہ یقین کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر واپس مدینہ آتے تو سب سے پہلا کام، جو آپ کرتے، وہ آپ ﷺ کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ رضی اللہ عنہ دوسروں کو تلقین فرماتے تھے۔

”اول کارے کہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء کرو سلام پیغمبر بود، ﷺ“۔

(جذب القلوب ص: ۲۰۰)

حیات النبی اور عقیدہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ بہتر یہ ہے کہ آپ شام چلے جائیں وہاں کی افواج مضبوط ہیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”روا ندارم کہ از دارالہجرت خود مفارقت کنم و مجاورت رسول خدا ﷺ بگذارم۔“ (جذب القلوب ص: ۱۸۸)

ترجمہ: میں اسے جائز نہیں سمجھتا کہ اپنے دارالہجرت کو چھوڑ جاؤں اور (یہ بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ) حضور کہ ہمایگی چھوڑ دوں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے روضہ اطہر میں زندہ یقین کرتے تھے۔ اگر وہاں جسد اطہر محض بے حس و بے شعور ہوتا اور روح اس سے بالکل جدا ہوتی، تو پھر اس قرب کا آخر کیا فائدہ تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسا قرب کسی لذت کا سامان نہیں ہو سکتا۔ چہ جائے کہ اس پر جان قربان کر دی جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شام نہ گئے اور مجاورت رسول ﷺ میں وہ لذت اٹھائی کہ اس پر جان قربان کر دی۔

بنا کر دے خوش رزے بخاک خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حیات النبی اور عقیدہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من زار قبر رسول اللہ ﷺ کان فی جوار رسول اللہ ﷺ -

(جذب القلوب ۱۸۰)

ترجمہ: جو حضور ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس حاضر ہو وہ اس وقت حضور

ﷺ کی ہمسائیگی میں ہوتا ہے۔

اگر حضور انور ﷺ کی روح اقدس آپ ﷺ کے جسد اطہر سے مفارق اور بالکل بے تعلق ہوتی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خصوصیت کے ساتھ قرب روضہ مطہرہ کو ہمسائیگی رسول ﷺ ہرگز قرار نہ دیتے۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح حضور اکرم ﷺ کو اپنے روضہ اطہر میں زندہ یقین کرتے تھے۔

دیوبند کے سرخیل مولوی اشرف علی تھانوی کے بقول:

”مدینہ منورہ جانے والا یہ نہ کہے کہ میں نے حضور انور ﷺ کی قبر کی زیارت کی بلکہ یوں کہے کہ میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی، کیوں کہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔“

(وعظ التہلیلہ نمبر ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ)

علماء کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اعتقاد کی علت اسی حقیقت کو قرار دیا

ہے:

اذ هو حی فی قبرہ یصلی فیہ۔

(ندقتی ۲۰۴/۸)

”کہ حضور اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔“

وما عمل علی بن ابی طالب مصر اعی دارہ الا بالمناصب توقیا
لذالك۔

(شفاء السقام ص ۱۷۳)

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے گھر کے دروازے مدینہ میں ایک باہر کی جگہ
میں بنوائے تاکہ کواڑ بننے کا کہیں شور پیدا نہ ہو اور حضور ﷺ کو اذیت نہ ہو۔
نامور دیوبندی عالم رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

”فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت اور مغفرت
کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ ۱۰۰/۱)

بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی نے بھی آیت شریفہ میں ”جاء وک“ (گناہگار
آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوں) کو عام رکھا ہے، لکھتے ہیں:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفر لهم
الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔

(القرآن الکریم ۶۴/۴)

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص ہو تو کیونکر ہو۔ آپ ﷺ کا وجود باوجود تربیت
تمام امت کیلئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا
اور استغفار کرنا اور کرانا، جب ہی متصور ہے کہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں۔“

(آب حیات ص: ۴۹)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

”مواہب میں بسند امام ابوالمصور صباغ، ابوالنجار، ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن حرب بلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ (القرآن الکریم ۶۴/۳)
میں آپ ﷺ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ ﷺ کے وسیلے سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔

(نشر الطیب ص: ۲۱۹)

ثبت ان حکم الایۃ باق بعد وفاته ﷺ۔

(اعلاء السنن ۱۰/۳۰۹، ۳۲۹)

ترجمہ: ثابت ہو چکا ہے کہ اس آیت کا حکم حضور ﷺ کی وفات شریفہ کے بعد بھی باقی ہے۔

یہ تحقیق اپنے مقام پر ثابت ہو چکی ہے کہ اس آیت کا حکم حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

اعرابی کی حکایت مذکورہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ طبع مصر) میں شیخ ابوالمصور صباغ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے نقل فرماتے ہیں اور یہی واقعہ تفسیر مدارک (جلد ۳ صفحہ ۳۹۹ مطبوعہ مصر) میں بھی موجود ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جمع از باب مذاہب اربعہ کہ تصنیف مناسک حج کردہ اند، ایں حکایت را آوردہ واستحسان نمودہ وبسیارے از ائمہ اعلام باسانیدے کہ دارند روایت آں کردہ۔“

(جذب القلوب: ۱۹۵)

ترجمہ: چاروں مذاہبوں کے علماء نے، جنہوں نے مناسک حج پر تصنیفات کی ہیں اس حکایت کو بیان کیا ہے، اس کی تحسین کی ہے اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ممکن ہے محمد بن حرب کی یہی روایت دراصل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہو، اختصار کے باعث محمد بن حرب سے اوپر کی سند حذف ہو گئی ہو اور ”محمد بن حرب“ پر اعتماد کے سبب اس کا ذکر ضروری نہ سمجھا گیا ہو۔ ہم نے اس روایت کو صرف تائید مفہوم اور آیت شریفہ کے بیان عموم کے لئے نقل کیا ہے، مستقل استدلال مقصود نظر نہیں۔

حیات النبی اور عقیدہ صدیقہ کائنات ام المؤمنین سیدہ

عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا

علامہ سبکی نقل فرماتے ہیں:

روی عن عائشۃ انها کانت تسمع صوت الوتد یوتد والمسمار

یضرب فی بعض الدور المطنبۃ بمسجد رسول اللہ ﷺ فترسل

الہم لا تؤذوا رسول اللہ ﷺ۔ (شفاء السقام ص: ۱۳۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کبھی ان گھروں سے جو مسجد نبوی سے متصل تھے کسی میخ یا کیل لگائے جانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور ﷺ کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو۔

وكذلك في شرح العلامة الزرقاني (جلد ۸/۳۰۲ مصر)
عن عائشة قالت كنت ادخل بيتي الذي فيه رسول الله ﷺ واني واضع ثوبي واقول انما هو زوجي وابي فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلت الا وانا مشدودة على ثيابي حياء من عمر رواه احمد -

(کذا فی مشکوٰۃ ص: ۱۵۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے حجرے میں جس میں کہ رسول اللہ ﷺ تھے، چادر کھلے داخل ہو جایا کرتی تھی، مجھے یہی خیال ہوتا تھا کہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو یہاں ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو خدا کی قسم، میں وہاں پردے ہی سے جایا کرتی تھی اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کے باعث تھا۔

دیکھیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں نہیں کہا کہ میں اس حجرے میں داخل ہوتی تھی، جس میں کہ رسول اللہ ﷺ کا بدن میت مدفون تھا، بلکہ یوں فرما رہی ہیں ”جس میں کہ رسول اللہ ﷺ تھے“۔

نبوت و رسالت کے لئے ادراک اور شعور لازم ہے۔ اگر ذات مدفون محض بے حس و بے شعور ہو، تو پھر اسے رسول اللہ (ﷺ) بھی نہیں کہا جاسکتا اور اگر کہنا ہی ہو، تو حکمی طور پر کہنے سے چارہ نہیں، حقیقی اعتبار سے بے حس و بے شعور ذات مدفون کو

ہرگز رسول اللہ (ﷺ) کہنے کی گنجائش نہیں، فقط روح اقدس کے لئے تو لفظ ”رسول اللہ“ کے اطلاق کے لئے تاویل ہو سکتی ہے۔ روح اقدس اور جسم اطہر کے مجموعہ پر بھی یہ اطلاق بلا ریب صحیح ہے۔ لیکن فقط بدن، جس میں ادراک و شعور دونوں منظمی ہوں اس پر حقیقی اعتبار سے اطلاق رسول قطعاً محال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضور انور ﷺ کو آپ ﷺ کے روضہ اقدس میں زندہ یقین کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی سے انکار مشہور ہے۔ مگر یہاں نہ صرف اس کا استثناء ہے، بلکہ روایت بصری بھی ثابت کی جا رہی ہے۔ ہاں پردے کی چادر کا چونکہ مقصود ہی ستر و حیا اور پردے کا اہتمام ہوتا ہے، اس لئے اس کی کثافت باقی رہنے دی جاتی تھی۔ لہذا جس طرح قبور شریفہ کی پاک مٹی سے یہ انکشافات جاری ہیں، پردے کی چادر سے ایسا نہ ہو اور اس کا مقصود باطل ہو کر نہ رہ جائے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک کسی چیز کو قائم رکھتا ہے۔ اس کا مقصود ضائع نہیں فرماتا، ہاں ضمنی حالات میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ قبر کا مقصود وجود ذات مدفون کو عامۃ الناس سے پردے میں کرنا ہوتا ہے، عامۃ الناس کو ذات مدفون سے پردے میں لانا نہیں ہوتا۔ ایسا اگر ہو، تو ضمناً ہوتا ہے۔ پس اگر ذات مدفون کو پردہ قبر میں سے باہر کا انکشاف ہو رہا ہو اور باہر والے اسے اعادۂ زندہ دیکھ سکیں تو اس سے مقصود وجود باطل نہیں ہوتا اور پردہ چادر کا چونکہ مقصود وجود ہی اوڑھنے والے کو پردے میں لانا ہے، اس لئے انکشافات کی حدود اگر اس کے پار نہ ہو سکیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

حاشیہ مشکوٰۃ میں اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر یوں لکھا ہے:

اوضح دليل على حياة الميت وعلى انه ينبغي احترام القبور
عند زيارة مهما امكن لاسيما الصالحون بان يكون في غاية
الحياء والتأدب بظاهرة وباطنه -

(ص: ۱۵۴)

ترجمہ: یہ حدیث حیات میت پر بہت واضح دلیل ہے اور اس پر کہ قبور شریفہ
کا احترام جہاں تک ممکن ہو سکے کیا جائے، خاص طور پر صالحین کی قبور کے
سامنے بہت ادب و حیا ملحوظ رہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس تعامل سے نہ صرف آپ کی حیات طیبہ
اور آپ ﷺ کے حواس کے روشن ہونے کا پتہ چلتا ہے، بلکہ حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیات اقدس اور ان کے حواس کے
روشن ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں جبکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ
عنہ والی مدینہ تھے، ایک دفعہ آپ ﷺ کے روضہ اقدس کی دیوار خشکی کی وجہ سے
کچھ کھل گئی تو ایک قدم نظر آیا۔ لوگ بہت گھبرائے۔ یہاں تک کہ:

جاء سالم بن عبد الله بن عمر بن الخطاب وعرف الناس انها
قدم جدة عمر بن الخطاب -

(مختصر تذکرہ قرطبی ص: ۴۰)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے
لوگوں کو بتایا کہ بیان کے دادا سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک تھا۔

حیات النبی اور عقیدہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر

حدثنا ابو معاوية عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر انه كلما اراد ان يخرج دخل المسجد فصلى ثم اتى قبر النبي ﷺ فقال السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا ابا بكر، السلام عليك يا ابتاه ثم يأخذ وجهه، وكان اذا قدم من سفر يفعل ذلك قبل ان يدخل منزله -

(المصنف لابن ابی شیبہ ۱۳۸/۴)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد نبوی میں آتے، نماز پڑھتے اور پھر روضہ انور پر حاضر ہوتے اور السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر! اور السلام علیک اے ابا جان! پڑھتے اور پھر اپنے منہ کو تھام لیتے اور جب سفر سے واپس ہوتے، تو اپنے گھر جانے سے پہلے پھر اسی طرح سلام عرض کرتے۔

اخرجه عبد الرزاق ايضا بسند صحيح -

(وفاء الوفاء للسهمودي ۳۱۰/۲)

”عبدالرحمن باسناد صحیح می آرد کہ ابن عمر چوں از سفر قدمی آورد اول بقبر شریف می رسید وی گفت السلام علیک یا رسول اللہ!

(جذب القلوب ص: ۲۰۰)

وداجع له المؤطا للامام محمد ص: ۳۹۶

عن نافع كان ابن عمر يسلم على القبر رايته في اليوم مائة مرة واكثر يمين الى القبر فيقول السلام عليك -

(منتهى المقال ص: ۷۳)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا وہ روضہ اطہر پر سلام عرض کرتے تھے۔ میں نے ایک ایک دن میں انہیں سو سو دفعہ، بلکہ اس سے بھی زائد بار قبر شریف پر آتے اور السلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے دیکھا۔

ویوبند کے نامور عالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی یہی صیغہ سلام کے لکھے ہیں:
السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا خیر خلق اللہ
السلام علیک یا حبیب اللہ۔

(زبدۃ المناسک ص: ۹۰)

انبیاء کرام کے علاوہ بعض دوسرے مقربین کے اجسام بھی قبروں میں محفوظ ہیں

۱..... جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں مدینہ منورہ میں ایک نئی نہر کھدوانے کا حکم دیا تو اس کی گزرگاہ میں اتفاق سے قبرستان اُحد آتا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان مدفونین کو یہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ دفن کر دیا جائے۔ جب قبریں کھولیں گئیں تو شہدائے اُحد اپنی اصلی حالت پر بالکل تردتازہ تھے۔ کھودتے ہوئے اتفاق سے ایک کدال حضرت حمزہ کے پاؤں کے قریب جا لگی، اسی وقت خون جاری ہو گیا۔ یہ واقعہ جنگ اُحد سے قریباً ۵۰ سال بعد کا ہے۔

۲..... بمقامی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت خزاعیہ نے حضرت حمزہ

رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام کیا:

السلام علیک یا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہاں سے جواب آیا:

”علینا وعلیکم السلام ورحمة اللہ“۔

۳..... حضرت عمرو بن جموح انصاری عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما بھی شہداء اُحد میں سے تھے۔ جب سیلاب نے ان کی قبروں کو کھول ڈالا، تو یوں معلوم ہوتا تھا، گویا کہ کل دفن کیے گئے ہیں۔ جنگ اُحد اور اس واقعہ سیلاب کے مابین ۴۶ سال کا فرق تھا۔

فوجدالم یتغیرا کانہما ماتا بالامس وکان احدہما قد جرح
فوضع یدہ علی جرحہ فدفن وهو کذلک فامیطت یدہ عن
جرحہ ثم ارسلت فرجعت کما کانت۔

(مؤطا امام مالک ص: ۱۷۷)

ترجمہ: پس ان دونوں کو اس طرح پایا گیا گویا کہ وہ ابھی کل ہی فوت ہوئے ہیں
دونوں میں سے ایک کو ایسا زخم لگا تھا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تھا اور اسی
طرح انہیں دفن کر دیا گیا تھا۔ پس جب ان کا ہاتھ اس زخم سے ہٹایا گیا اور پھر
چھوڑ دیا گیا، تو وہ وہیں آ گیا، جہاں کہ تھا۔

۴..... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے
مزارات دریائے دجلہ کے کنارے تھے۔ آج سے ساٹھ ستر برس کا پہلے کہ دریا زمین
کاٹا ہوا ان مزارات مقدسہ تک پہنچنے لگا، حکومت عراق نے حکم دیا کہ ان مزارات
شریفہ کو یہاں سے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں منتقل کر دو، چنانچہ
ایسا ہی کیا گیا۔ نو دس ہزار آدمی ان کے مزارات کی منتقلی میں شامل ہوئے۔ ان شاطین
میں سے سے ایک صاحب سیدالطاف حسین بیان کرتے ہیں:

”قبر سے نکلے ہوئے جنازوں کی موجودگی اور خلق کی آہ و بکا نے قیامت کا نمونہ برپا کر دیا تھا۔ اکثر آدمی روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ نعشیں تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی بالکل صحیح سالم تھیں، صرف کفن بوسیدہ تھا۔ ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ۔“

(ماہنامہ صدق لکھنؤ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۴ء)

ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشهداء انہم احياء یرزقون
وان الحیۃ فیہم متعلقۃ بالجسد۔

(نیل الاوطار ۳/۲۱۱)

شہدائے کرام کے حق میں نص قرآنی وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق بھی ملتا ہے اور یہ کہ ان کی حیات جسمانی ہے۔ (خواہ ہمارے ادراک سے بالا ہی کیوں نہ ہو)

شہدائے کرام کی قبور کھلنے پر اگر ہمیں ان کے حرکت و عمل پر اطلاع نہیں ہوتی اور ہم انہیں عبادت کرتا ہوا محسوس نہیں کر سکتے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری آنکھوں میں وہ قوت نہیں کہ ہمیں ان کے مصروف بالعبادت ہونے کا ادراک ہو سکے، یہ نہیں کہ وہ ذوات مدفونہ ہی معطل عن الافعال ہیں۔ پردہ برزخ اس ادراک لطیف میں حائل ہوتا ہے۔ ہاں، اللہ تعالیٰ جب کسی کے لئے اس عالم سے پردہ اٹھا دے تو وہ اس عالم میں ہوتے ہوئے بھی اُس عالم کے بہت سے حالات مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

حیات النبی اور عقیدہ میزبان رسول حضرت ابویوب

انصاری رضی اللہ عنہ

اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فآخذ
برقبته وقال اتدري ما تصنع قال نعم فاقبل علیه فاذا هو
ابوایوب الانصاری فقال جنت رسول الله ﷺ ولم ات الحجر۔

(مستدرک مع تلخیص ۵۱۵/۳ - مسند امام احمد ۳۲۲/۵ - مجمع الزوائد ۵/۳)

ترجمہ: ایک دن مروان آیا اس نے قبر انور پر ایک شخص کو اپنا چہرہ رکھے ہوئے
دیکھا، مروان نے اس شخص کو گردن سے پکڑ کر کہا تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ
کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، جب
اس شخص نے چہرہ اٹھایا تو وہ مشہور صحابی رسول ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے
انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں کسی پتھر کے پاس
نہیں آیا۔

اس حدیث کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں:

هذا حدیث صحیحہ الاسناد۔

مشہور نقاد حافظ ذہبی اس حدیث کو تلخیص میں نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

صحیحہ - (مستدرک مع التلخیص ۵۱۵/۳)

علامہ بیہقی فرماتے ہیں:

لم يضعفه احد - (مجمع الزوائد ۵/۳)

ترجمہ: یعنی اس حدیث کی کسی نے بھی تضعیف نہیں کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ روضہ اطہر میں نبی اکرم ﷺ کو پتھر نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے تو ارشاد فرمایا:
جنت رسول اللہ ﷺ ولم أت الحجر۔

اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد دیوبند کے نامور عالم ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:
ثبت ان حکم الایۃ باق بعد وفاته ﷺ فمنبغی لمن ظلم نفسه ان يزود قبره ويستغفر الله عنده واستغفر له الرسول۔

ترجمہ: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم نبی اکرم ﷺ کی وفات شریف کے بعد بھی باقی ہے، پس جو شخص بھی اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے اس کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرے، اور قبر انور کے پاس اللہ سے بخشش طلب کرے (دعائے مغفرت کرے) تاکہ رسول اللہ ﷺ اس کے لئے سفارش فرمائیں۔

(اعلاء السنن ۱۰/۳۹۳)

بانی دارالعلوم مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی لکھتے ہیں:
ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔ (القرآن الکریم ۴۴/۶۴)
اس میں کسی کی تخصیص نہیں، آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو، آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے۔

(آپ حیات از مولوی محمد قاسم نانوتوی، ص: ۴۰)

حیات النبی ﷺ اور عقیدہ حضرت بلال بن حارث المزنی

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پیدا ہو گیا تو ایک صحابی جن کا نام حضرت بلال بن حارث المزنی ہے نبی اکرم ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت ہلاکت کے قریب پہنچ چکی ہے۔ آپ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیے، تو نبی کریم ﷺ حضرت بلال بن حارث المزنی کو خواب میں ملے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ میرا سلام کہو اور کہہ دو بارش ہو جائے گی۔

(فتح الباری ۲/۳۹۵)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

هذا اسناد صحيح - (البدایہ والنہایہ ۷/۹۴)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔

(جذب القلوب مترجم ص: ۲۳۸)

خلاصہ کلام

یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ خلفائے راشدین کے عقائد قدسیہ، ام المؤمنین کے عملی فیصلے اور صحابہ کرام کے نظریات یکے بعد دیگرے آپ کے سامنے آچکے، ان سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ حضور انور ﷺ اپنے روضہ اطہر میں فائز الحیات ہیں اور دور نزدیک سے عرض کیے گئے صلوٰۃ و سلام کو خود سنتے ہیں۔ احادیث اربعہ اور خلفاء اربعہ کے فیصلوں کے بعد اب ہم مسالک اربعہ کو ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب چہارم

حیات النبی اور مذاہب اربعہ

آیات قرآن، احادیث رسول اور آثار صحابہ کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ زندہ و جاوید نبی ہیں۔ اب ہم مذاہب اربعہ کی روشنی میں مسئلہ حیات النبی ﷺ کو واضح کرتے ہیں۔

حیات النبی اور ائمہ مالکیہ

سیدنا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدنی ہونے کے اعتبار سے اس باب میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔ آپ روضہ اطہر کے پاس ہی مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے۔

امیر المؤمنین ابو جعفر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلے میں مسجد نبوی میں گفتگو کی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! تم کو کیا ہوا؟ اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا احترام وفات کے بعد بھی دیا ہی ہے جیسا حالت حیات میں تھا، اس کے بعد ابو جعفر خاموش ہو گیا اور آنسو بہانے لگا۔

(نشر الطیب ص: ۲۱۰ مطبوعہ دیوبند و کذا لک فی وفاء الوفاء ۲/۲۲۳ طبع مصر)

نقل عن الامام مالک انه كان يكره ان يقول رجل زدت قبر النبي قال ابن رشد من اتباعه ان الكراهة لغلبة الزيارة في الموتى وهو ﷺ احياه الله تعالى بعد موته حياة تامة واستمرت

تلك الحیوة وهی مستمرة فی المستقبل ولس هذا خاصة به
 ﷺ بل یشركه الانبیاء فهو حی بالحیة الكاملة مع الاستغناء
 عن الغذاء الحسی الدنیوی۔

(نور الایمان بزیارة ائمة حبیب الرحمن ص: ۱۴ و كذلك فی وقاء الوفاء ۱۴، ۱۳)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی
 شخص یوں کہے کہ ”میں نے حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کی“۔ امام مالک رحمۃ
 اللہ علیہ کے مقلدین میں سے ابن رشد اس کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ اس ناپسندیدگی
 کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کا لفظ عام طور پر موتی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور حضور
 وفات شریفہ کے بعد اب بھی حیاتِ تامہ کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ حیات آئندہ بھی
 اسی طرح رہے گی۔ یہ صرف آپ ہی کا خاصہ نہیں، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اس
 وصف میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔ پس آپ ﷺ غذائے حسی
 دنیوی سے استغناء کے باوجود حیاتِ کاملہ کے ساتھ زندہ ہیں۔

علماء مالکیہ میں سے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (جلد ۵/۲۶۵) امام ابو حبان اندلی
 (بحر المحیط جلد ۱/۲۸۳) علامہ ابن الحاج، علامہ ابن رشد اندلی اور ابن ابی جمرۃ وغیرہم
 من الکبار نے ان مسائل کا خوب تذکرہ کیا ہے۔

حیات النبی اور ائمہ شوافع

شوافع میں سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حیاتِ انبیاء
 علیہم السلام کے عنوان پر مستقل تصانیف سپرد قلم کی ہیں۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اور
 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد حوالے مباحث حدیثیہ کے ضمن میں آپ
 کے سامنے آچکے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی

حائق کی تصدیق فرمائی ہے۔

لطف یہ ہے کہ یہ اکابر خواہ مالکی ہوں، خواہ شافعی، کسی مقام پر بھی اس تحقیق کو اپنے فقہی مسلک کے تحت ذکر نہیں کرتے، بلکہ جہاں کہیں اس عقیدے کا ذکر آتا ہے وہاں اسے مسلک اہل سنت ہی کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

جمع اکابر شافعیہ بھی مسلک رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنے روضہ اطہر میں جو حیات حاصل ہے وہ حیات جسمانی ہے اور وہی جسد اطہر فائز الحیات ہے جو اس دنیا میں تھا۔

علامہ قنوی رحمۃ اللہ علیہ (شافعی المسلک) کا تفرّد اس بارے ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے استقرارِ قبر میں استمرار کے قائل نہیں، بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام دفن کے کچھ دن بعد اپنی قبور شریفہ سے اٹھائے جاتے ہیں اور ملا اعلیٰ میں استقرار پذیر ہوتے ہیں، لیکن اس حقیقت سے انہیں بھی انکار نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی رو میں ان کے اجساد کریمہ سے ہرگز جدا نہیں ہوتیں اور جہاں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے یہ دنیا والے جسم ہوں، وہیں انہیں حیات جسمانی حاصل ہوتی ہے۔ حیات جسمانی پر بہر صورت اجماع قائم ہے اور علمائے شافعیہ رحمۃ اللہ علیہم کا ”حیات فی القبر“ پر جو اجماع ہے وہ ایک تفرّد سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا۔

عندنا رسول اللہ ﷺ حی یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال
الامة ویبلغ الصلوۃ والسلام۔

(طبقات شافعیہ ۲۲/۲۸۲)

ہمارے نزدیک حضور ﷺ زندہ ہیں اور آپ ﷺ میں احساس و شعور موجود ہے۔ آپ ﷺ پر اعمال امت بھی پیش ہوتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام بھی آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

حیات النبی اور ائمہ حنابلہ

حنابلہ میں سے ابن تیمیہ کی یہ تحقیق کہ حضور ﷺ اپنے روضہ اطہر کے قریب عرض کیے گئے صلوٰۃ و سلام کو خود بلا واسطہ سنتے ہیں۔ ان کی اپنی تحریر سے باحوالہ بقید صفحہ و مطبع آپ کے سامنے آ چکی ہے۔ ابن قیم کی تصریحات بھی یکے بعد دیگرے آپ ملاحظہ فرما چکے۔

قال ابن عقيل من الحنابلة هو ﷺ حي في قبرة يصلي۔

(الروضة البهيّة ص: ۱۲، ویوید مافی بدائع الفرائد لابن قیم)

ترجمہ: حنابلہ میں سے ابن عقیل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مزار اقدس میں زندہ ہیں، نماز ادا فرماتے ہیں۔

حیات النبی اور ائمہ احناف

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں (آپ کی یہ کتاب ہمارے دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے):

.....ولما هو مقرر عند المحققين انه ﷺ حي يرزق متمتع

بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين

عن شريف المقامات۔ (نور الایضاح ص: ۱۷۷)

ترجمہ: محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ حضور انور ﷺ زندہ ہیں آپ

کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ لذت بھی اٹھاتے ہیں، ہاں اتنی بات

ہے کہ وہ ان نگاہوں سے پردے میں ہیں جو ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر

رہتی ہیں۔

۲.....مراقی الفلاح میں ہے:

ينبغي لمن قصد زيارة النبي ﷺ ان يكثر الصلوة عليه فانه يسمعها و تبلغ اليه -

(ص: ۳۰۵)

ترجمہ: جو شخص حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرنے کے لئے آئے، اسے چاہیے کہ کثرت سے درود عرض کرے، کیونکہ آپ ﷺ اسے خود سن رہے ہوتے ہیں اور (دور سے) آپ کو پہنچایا بھی جاتا ہے۔

۳.....طحاوی شریف میں ہے:

(فانه يسمعها) ای اذا كانت بالقرب منه ﷺ (وتبلغ اليه) ای يبلغها الملك اذا كان المصلي بعيدا۔

(طحاوی ص: ۳۰۵)

ترجمہ: آپ ﷺ صلوٰۃ و سلام کو اس وقت خود سنتے ہیں جب قریب سے عرض کیا جا رہا ہو اور فرشتے اُس وقت پہنچاتے ہیں جب یہ دور سے پڑھا جا رہا ہو۔

انتباہ

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ فیصلہ اور پھر اسے معیار اور محقق قرار دینا اگر کل نظر ہوتا تو اس کے شارح اور پھر شرح کے شارح ہر مرحلے پر اس کی تصدیق و توثیق نہ کرتے آخر کسی مقام پر تو اسے نشانہ ضعف قرار دیا جاتا۔ جب ہر مرحلے پر اس کی تصدیق ہی تصدیق ہے، تو اس یقین سے چارہ نہیں کہ فقہ حنفی کا متفقہ نظریہ یہی ہے کہ حضور انور ﷺ اپنے روضہ اطہر میں جسمانی طور پر فائز الحیات ہیں اور قریب عرض کیے گئے صلوٰۃ و سلام کو خود بلا واسطہ سنتے ہیں۔

۴.....محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تستقبل القبر بوجهك، ثم تقول السلام عليك ايها النبي و
رحمة الله وبركاته،.....وذلك انه عليه السلام في القبر الشريف
المكرم على شقة اليمين مستقبل القبلة فليكثر دعاءه بذلك
في الروضة الشريفة عقيب الصلوة وعند القبر ويحتمد في
خروج الدمع ثانه من املات القبول وينبغي ان يتصدق بشيء
على جيران النبي ﷺ ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق
الحضرة النبوية والقرب منها.....ثم يسئل النبي الشفاعة فيقول
يا رسول الله اسألك الشفاعة يا رسول الله.....الخ

(فتح القدیر ۲/۲۳۷)

ترجمہ: تم حضور انور ﷺ کی قبر شریف کے سامنے ہو کر السلام علیک ایہا
النبی ورحمة اللہ عرض کرو..... یہ اس لئے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر شریف
میں دائیں کروٹ قبلہ کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں، روضہ شریفہ میں درود
شریف کے بعد اور قبر کے پاس پھر کثرت سے دعا کرے اور آنسو آنے کی حد
تک زاری کرے، کیونکہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے اور چاہیے کہ روضہ
اطہر کے مجاورین پر کچھ صدقہ بھی کرے۔ پھر توروٹا ہوا آپ ﷺ کے قرب
اقدس سے جدا ہونے کا غم ساتھ لیتے ہوئے واپس ہو..... پھر حضور انور ﷺ
سے شفاعت کرنے کی التجا بھی کرے اور عرض کرے کہ یا رسول اللہ!
میں شفاعت کے لئے سوال عرض کرتا ہوں۔

۵.....علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ کا

حصہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ کو پہنچتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کو یہ حق قیادت اور قیام بامورِ عامہ کی بنا پر پہنچتا تھا اور اب آپ ﷺ کے بعد یہ انتظامیہ قیادت بصورتِ خلافت موجود ہے۔ احناف کے نزدیک آپ ﷺ کا یہ حق امامت پر مبنی نہیں بلکہ رسالت پر مبنی تھا۔ آپ کی وفات کے بعد کسی نئے رسول کی آمد شرعاً نہیں پس حنفیہ کے نزدیک حصہ رسول وفاتِ پیغمبر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اس سے آگے یہ بحث چلتی ہے کہ سول کی رسالت اس کی وفات پر ختم ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں صرف حکما باقی ہوتی ہے حقیقہ نہیں لیکن حق یہ ہے کہ وہ حقیقہ باقی ہے یعنی حضور ﷺ اب بھی حقیقی طور پر رسول ہیں رسالت کو صرف حکما باقی کہنا صحیح نہیں۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

افاد فی الدرد المنتقی انه خلاف الاجماع قلت وما نسب الی الامام الاشعری امام اهل السنة والجماعة من انکار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبہتان والمصرح فی کتبہ وکتب اصحابہ خلاف مانسبہ الیہ بعض اعدائہ لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام احياء فی قبورہم وقد اقام النکیر علی افتراء ذالک ابو القاسم القشیری -

(رد المحتار باب المفہم ۳۶۶)

مفہوم: درِ منتقی میں ہے کہ حضور ﷺ کہ رسالت آپ ﷺ کی وفات کے بعد اب بھی حقیقہ باقی ہے اور اُسے صرف حکما باقی کہنا خلافِ اجماع ہے اور امام اہل سنت، امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو اس کا انکار منسوب ہے، وہ افتراء اور بہتان ہے۔ اشاعرہ کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے

آپ ﷺ کی وفات کے بعد رسالت کا ہیضہ باقی نہ رہنا اہل سنت کے بعض دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قبور میں زندہ موجود ہوتے ہیں۔

۶..... علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انہم لا یموتون فی قبورہم بل ہم احياء۔

(عینی شرح بخاری ۶۰۰/۷)

ترجمہ: یقیناً انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں مُردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔

۷..... امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان الانبياء احياء فی قبورہم فیمكن لہم سماع صلوة من صلی علیہم۔

(مرقاۃ ۲۰۹/۲)

ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں اس شخص کو جو ان پر درود پڑھے۔

المعتق المعتمد انہ ﷺ حی فی قبرہ کسائر الانبياء فی قبورہم وہم احياء عندہم وان لارواحہم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی

کما کانوا فی الحال الدنیوی۔ (شرح الشفاء للعلی القاری ۱۳۲/۲)

ترجمہ: عقیدہ جس پر پورا اعتماد ہے، وہ یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انکی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلی کے ساتھ ایک تعلق بھی ہوتا ہے۔ جیسا تعلق انہیں اس دنیا میں بھی حاصل تھا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب پنجم

حیات النبی اور اکابرین امت

امام شامی اور عقیدہ اہل سنت

۱..... امام شامی حنفی فرماتے ہیں:

ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم-

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجہاد ۱۵۱/۳)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

۲..... حضرت امام شامی ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

ان الانبياء احياء في قبورهم -

(مسائل ابن عابدین رسالہ الرحمق المختوم شرح قلائد المنظوم - ۲۰۲/۲)

ترجمہ: انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام سیوطی اور عقیدہ اہل سنت

۳..... حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

حياة النبی ﷺ فی قبره هو وسائر الانبياء معلومة عندنا علما

قطعي لما قام عندنا من الادلة في ذلك وتواترت به الاخبار

الدالة على ذلك -

(الحاوی للفتاوی رسالۃ انباء الاذکیاء ۱۳۷/۲)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کی اپنی قبر میں اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی

حیات ہمارے نزدیک قطعی علم کے ساتھ ثابت ہے۔ کیونکہ اس پر ہمارے پاس دلائل قائم ہیں۔ اور متواتر احادیث موجود ہیں جو کہ اس (حیۃ الانبیاء) پر دلالت کرتی ہیں۔

۳..... علامہ سیوطی مزید فرماتے ہیں:

باب حیاته ﷺ فی قبره وصلاته فیہ وتوکیل ملک بقبره یبلغه السلام علیہ وردۃ علی من سلم علیہ۔

ترجمہ: یہ باب اس بیان میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ایک فرشتہ آپ کی قبر پر موکل ہے جو کہ لوگوں کا سلام آپ کو پہنچاتا ہے اور ہر سلام کرنے والے کو آپ جواب دیتے ہیں۔

۴..... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا قبر انور میں زندہ ہونا نص قرآن سے ثابت ہے یا تو لفظ کے عموم سے یا مفہوم موافقت سے۔

(العاوی للفتاویٰ مطبع دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۹/۲)

یعنی اگر شہادت معنویہ کا اعتبار کیا جائے تو آپ کی حیات اقدس عموم قرآن سے ثابت ہوگی کیونکہ آپ بھی شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں اور اگر شہادت معنویہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو مفہوم موافقت سے حیات ثابت ہوگی کہ جب شہید زندہ ہوتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

امام سمودی اور عقیدہ اہل سنت

۵..... حضرت علامہ امام سمودی فرماتے ہیں:

لا شک فی حیاته ﷺ وكذا سائر الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

احیاء فی قبورہم -

(وقاء الوقا ۱۳۵۲۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کی حیاۃ بعد الوفات میں کسی قسم کا شک نہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام داؤد بن سلیمان اور عقیدۃ اہل سنت

۶..... حضرت علامہ امام داؤد بن سلیمان بغدادی فرماتے ہیں:

والحاصل ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ بالاجماع -

(المنحة الوهبية: ص: ۶)

ترجمہ: حاصل کلام یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاۃ پراجماع امت ہے۔

امام شعرانی اور عقیدۃ اہل سنت

۷..... حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:

وهو حي في قبره يصلی فيه باذان واقامة وكذلك الانبياء -

(كشف الغمة عن جميع الامم ۱/ ۶۷)

ترجمہ: اور آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

امام زرقانی اور عقیدۃ اہل سنت

۸..... حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں:

لحياته في قبره يصلی فيه باذان واقامة -

(زرقانی علی المواہب ۱/ ۱۶۹)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

امام زرقانی مزید فرماتے ہیں:

ان حياة الانبياء ثابتة معلومة مستمرة ثابتة نى الاستمرار ان تكون حياته اكمل واتم من حيات سائر الانبياء ۔

(ردقتی ۳۰۹/۸)

ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاة معلومہ اور ثابت شدہ ہے اور ہمیشگی کے ساتھ ثابت ہے لہذا آپ ﷺ کی حیات تمام انبیاء کرام سے اکمل و اتم ہونی چاہیے۔

امام احمد زینی و حلان کی اور عقیدہ اہل سنت

۹..... حضرت شیخ احمد بن زینی و حلان کی فرماتے ہیں:

وحياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام في قبورهم ثابتة عند اهل السنة بادلة كثيرة وحديث ان الانبياء يحيون ويلبون وكل هذه الاحاديث الصحيحة لا مطعن فيها فلا حاجة الى الاطالة بذلك۔

(المدد السنة في الرد على الوهابية ص: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا یہ اہل سنت کے نزدیک بہت سے دلائل سے ثابت ہے اور وہ حدیث کہ انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے اور تکبیر پڑھتے ہیں تو یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی طعن نہیں ہے بلکہ ان کے ذکر کو طول دینے کی حاجت نہیں ہے۔

ابو یوسف الحمیری اور عقیدہ اہل سنت

۱۱..... شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحمیری الازہری تحریر فرماتے ہیں:

ویزید بصیرۃ فی حیلۃ الانبیاء فی قبورہم قولہ ﷺ الانبیاء
احیاء فی قبورہم یصلون! ورواہ ابو یعلیٰ والبیہقی وهذا حدیث
لم یقتصر علی حیاتہ ﷺ بل تعدی الی جمیع الانبیاء فحکم
علیہم بانہم احیاء فی قبورہم یفعلون فعل الاحیاء فی الدنیا
وهو الصلوۃ ذات الركوع والسجود والقیام والتعود وذكر الله
تعالیٰ وهی اعمال لوشک فی حیلۃ فاعلہا لکن شاکا فی حیلۃ نفسہ

(غوث العباد بہین الرشاد ص: ۱۷۶)

ترجمہ: اور بصیرت زیادہ ہوتی ہے انبیاء کرام کی مزارات میں زندگی کے بارے
میں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز
پڑھتے ہیں۔ اس کو ابو یعلیٰ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث
میں صرف نبی اکرم ﷺ کی حیات ہی نہیں بلکہ یہ حدیث تمام انبیاء کرام کی
حیلۃ فی القبور کے اثبات پر حکم لگاتی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ
ہیں اور تمام افعال بجالاتے ہیں۔ جو کہ دنیا کی زندگی میں بجالاتے تھے اور وہ
افعال ہیں نماز، رکوع و سجود اور قیام و قعود اور قرأت کے ساتھ اور اللہ کا ذکر کرتے
ہیں اور اگر کوئی شک کرنے والا ان کی حیات میں شک کرے تو وہ اپنی حیات
میں ہی شک کرنے والا ہے۔

امام عبدالغنی الحسینی اور عقیدہ اہل سنت

۱۲..... حضرت امام عبدالغنی المقدسی الحسینی صاحب ”العمدة“ فرماتے ہیں:

قلن ثبت هذا فاعلم ان الانبياء احياء في قبورهم -

(بحوالہ سبل الہدی والرشاد ۱۲/۳۶۰)

ترجمہ: جب یہ ثابت ہو گیا تو یقین رکھ کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی اور عقیدہ اہل سنت

۱۳..... امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

فقد تبين لك رحمتك الله من الاحاديث السابقة حياة النبي ﷺ
وسائر الانبياء ﷺ وقد قال الله سبحانه وتعالى في الشهداء
(ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند
ربهم يرزقون) والانبياء اولى بذلك فهم اجل واعظم وقل نبى
الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون في عموم لفظ
الاية فثبت كونه ﷺ حيا في قبرة بنص القرآن اما من عموم
اللفظ واما من مفهوم الموافقة -

(سبل الہدی والرشاد ۱۲/۳۶۲)

اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے جب تیرے لئے سابقہ احادیث سے ظاہر ہو چکا کہ نبی اکرم
ﷺ اور دیگر حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے شہداء کے
بارے میں ارشاد فرمایا کہ (وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ گمان
بھی نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں اور انبیاء کرام
ان سے زیادہ حقدار ہیں اور اعظم و اجل ہیں اور نبی کے ساتھ وصف شہادت بھی

ملا ہوتا ہے تو وہ اس لفظ کی عمومیت میں داخل ہیں تو ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ
بعض قرآن اپنی قبر میں زندہ ہیں یا تو عموم لفظ کی وجہ یا پھر مفہوم موافقت کی وجہ

۔

امام زاہد الکوثری اور عقیدہ اہل سنت

۱۴..... حضرت امام علامہ زاہد الکوثری مصری حنفی فرماتے ہیں:

والانبياء احياء في قبورهم -

(محقق القول في مسئلة التوسل: المقالات الكوثري ص: ۳۸۷)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام محققین شاہ فضل رسول بدایونی اور عقیدہ اہل سنت

۱۵..... حضرت امام محققین سیف المسلول شاہ فضل رسول بدایونی ارشاد فرماتے

ہیں:

واعلم ان حرمة النبی ﷺ بعد موته وتوقیرة وتعظیمه بعد

وفاته لازم علی کل مسلم کما کان حال حیاته لانه الان حی

یرزق فی علو درجاته ورفعة حالاته۔

(المنتقد المعتقد مع تعلیقات المستند المعتمد ص: ۱۴۹)

ترجمہ: جان ٹوک کہ نبی اکرم ﷺ کی عزت انتقال کے بعد اور ان کی توقیر و تعظیم

وفات کے بعد ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے، جیسا کہ ظاہری حیات میں تھا

کیونکہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور اپنے درجات کی بلندیوں اور حالات کی رفعتوں

میں رزق دیئے جاتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی اور عقیدہ اہل سنت

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنے شیخ احمد بن عمر قرطبی سے نقل کر کے کہا ہے کہ: موت عدم محض نہیں ہے وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور وہ خوش و خرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب شہداء کو حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حیات کے حق دار ہیں، صحیح حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی معراج کی شب نبی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے، آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نبی ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔ ان تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ قطعی یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا یہ معنی ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں، ہر چند کہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں، ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا ماسوا اولیاء اللہ کے، جن کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

(التذکرۃ مطبوعہ دارالمجلدی ۱/۲۶۳، ۲۵۷)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر کے شیخ علامہ احمد بن عمر قرطبی ہیں اور ان کی یہ مذکور الصدر عبارت ”المفہم شرح مسلم“ جلد ۶ صفحہ نمبر ۳۳۳، ۳۳۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت میں موجود ہے۔

امام علوی مالکی اور عقیدہ اہل سنت

عظیم محدث علامہ سید محمد علوی مالکی تصریح فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی زندگی بلند و بالا ہے اور ہمیں اس کے ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ مومن ہو یا کافر سنتا محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے اور یہ کہ زندگی، رزق اور روحوں کا جنت میں داخل ہونا شہید کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہی وہ صحیح مذہب ہے جس کے ائمہ دین اور جمہور اہل سنت قائل ہیں، اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے، یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے جو محتاج اثبات نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ بیان کیا جائے کہ ان کی زندگی بلند و بالا اور کامل و مکمل ہے جیسے کہ روئے زمین پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کے مراتب، مقامات اور درجات مختلف ہیں۔

(مفہم یجب ان تصحیح مطبوعہ دہلی ص: ۱۶۵)

امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور عقیدہ اہل سنت

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ زندگی شہداء کے ساتھ خاص ہے، میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ زندگی ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کی زندگی ان سے زیادہ قوی ہے اور خارج میں اس کے آثار زیادہ ظاہر ہیں، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح جائز نہیں ہے، جب کہ شہید کی بیوہ سے (اس کی عدت کے بعد) نکاح کیا جاسکتا ہے، یقیناً بھی شہداء سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صالحین یعنی اولیاء

کرام ان کے ساتھ ملحق ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ترتیب دلالت کر رہی ہے ”من النبیین والصدیقین والشهداء والصلحین“ اسی لئے صوفیاء کرام فرماتے ہیں ہماری روہیں، ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روہیں ہیں، بہت سے اولیاء کرام سے بتواتر منقول ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں، اپنے دشمنوں کو خائب و خاسر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے ہدایت دیتا ہے۔

(تفسیر فتح القدیر مطبع دارالمعرفۃ بیروت، ۱/۳۹۹)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس عبارت میں وصال کے بعد انبیاء کرام صدیقین اور اولیاء کی حیات بھی ثابت کی ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان حضرات کی نصرت و اعانت، اللہ تعالیٰ کے اذن سے جاری ہے۔

امام ملا علی قاری اور عقیدہ اہل سنت

حضرت علامہ ملا علی قاری، حدیث شریف ”ما من مسلم یسلم علی“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ (اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مشاہدہ میں) محو ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح شریف کو متوجہ فرماتا ہے تاکہ آپ سلام عرض کرنے والے کے دل ناتواں کی پاسداری کے لئے سلام کا جواب عنایت فرمائیں، ورنہ معتبر عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں، جیسے کہ دیگر انبیاء کرام اپنی قبروں میں اپنے رب کی بارگاہ میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح مقدسہ کا دنیا اور عالم بالا سے تعلق ہے جیسے کہ دنیاوی زندگی میں تھا، وہ قلب کے اعتبار

سے عرشی ہیں اور جسمانی طور پر زمین پر تشریف فرما ہیں۔

(شرح شفاء مطبع دارالفکر بیروت ۳۹۹/۳)

۴۳..... حضرت ملا علی القاری مزید فرماتے ہیں:

ای لانه حی یرزق فی علو درجاتہ ورفعة حالته۔

(شرح شفاء ۳۹۶/۳)

ترجمہ: کیونکہ آپ ﷺ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے بلند درجوں میں اور بلند حالت میں۔

عمر بن سعید الفوقی الکردی اور عقیدہ اہل سنت

۱۷..... سید عمر بن سعید الفوقی الکردی الطوری نقل فرماتے ہیں:

وذلك لانه ﷺ وسائر الانبياء احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا۔

(رماع حزب الرحيم على نحر حزب الرجيم ۲۲۸/۱)

ترجمہ: اور یہ اس لئے ہے کہ آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام زندہ ہیں اور ان کی ارواح ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں قبض کرنے کے بعد۔
یہی حضرت عمر بن سعید نقل فرماتے ہیں:

فحصل من مجموع هذه النقول والاحاديث ان النبي ﷺ حي بعد الموت۔ (۲۳۰/۱)

ترجمہ: ان تمام نقول اور احادیث سے حاصل ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے مبارک جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔

امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی اور عقیدہ اہل سنت

۱۸..... امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی فرماتے ہیں:

قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا ﷺ حي بعد وفاته و انه يسر بطاعات امته ويحزن بمعاصي العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلي عليه من امته وقال ان الانبياء لا يبلون ولا تاكل الارض منهم شيئا -

(فتاویٰ عبد القاهر بحوالہ الحاوی للفتاویٰ ۲/۱۳۹، ۲/۲۶۳)

ترجمہ: ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے محققین متکلمین نے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور امت کے نیک لوگوں کے صالح اعمال پر خوش ہوتے اور گنہگاروں کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی صلاۃ پڑھے وہ آپ کو پہنچائی جاتی ہے اور کہا کہ بے شک انبیاء کے اجسام نہ تو بوسیدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی زمین ان کو کھاتی ہے۔

واذا صم لنا هذا الاصل قلنا نبينا ﷺ قد صار حيا بعد وفاته وهو على نبوته -

(سبل الہدیٰ والرشاد للشامی ۱۲/۳۵۵)

ترجمہ: جب ہمارے نزدیک یہ اصل صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم ہیں۔

سیدی عقیف الدین الیافعی اور عقیدہ اہل سنت

۱۹..... شیخ سیدی عقیف الدین الیافعی فرماتے ہیں:

الاولیاء ترد علیہم احوال یشاہدون فیہا ملکوت السموات

والارض وينظرون الانبياء احياء غير اموات كما نظر النبي
ﷺ الى موسى عليه السلام في قبره وقد تقرر ان ما جاز للانبياء
من معجزة جاز للاولياء كرامة۔

(روض الريحان مطبوعه قبرص: ص: ۳۲۳، سبل الہدی والرشاد للشامی ۳۵۶/۱۲)

ترجمہ: اولیاء کرام پر احوال پیش کئے جاتے ہیں جن میں وہ ملکوت آسمان وزمین
میں جو کچھ ہے اس کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور حضرات انبیاء کو زندہ و جاوید دیکھتے
ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا
اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جو انبیاء کے لئے بطور معجزہ جائز ہے وہ اولیاء کے لئے
بطور کرامت جائز ہے۔

علامہ جمال الدین محمود اور عقیدہ اہل سنت

۲۰..... حضرت علامہ جمال الدین محمود بن جملہ فرماتے ہیں:

نبینا ﷺ احیا اللہ تعالیٰ بعد موته حياة تامة واستمرت تلك
الحياة الى الآن وهي مستمرة الى يوم القيامة وليس هذا خاصا
به ﷺ بل يشاركه الانبياء صلوات اللہ وسلامہ علیہم
اجمعین۔

(سبل الہدی والرشاد ۳۶۰/۱۲)

ترجمہ: ہمارے نبی ﷺ کو وفات کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے زندہ فرما دیا
ہے اور آپ کی یہ حیات مکمل، ہمیشہ، اب تک قائم ہے، قیامت تک قائم رہے گی
اور یہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دیگر تمام انبیاء کرام علیہم
الصلوة والسلام اس میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

امام بارزی اور عقیدہ اہل سنت

وسئل البارزی عن النبی ﷺ هل هو حی بعد وفاته فاجاب انه
ﷺ حی -

(الحاوی للفتاویٰ ۱۳۹/۲)

ترجمہ: امام بارزی سے سوال ہوا کہ کیا نبی اکرم ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں؟
تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں آپ ﷺ زندہ ہیں۔

علامہ شاہ احمد سعید دہلوی مدنی اور عقیدہ اہل سنت

۲۲..... حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ثم مدنی نقشبندی نقل فرماتے ہیں:
وقد اتفق العلماء علی انه علیہ السلام حی فی قبرہ الشریف
یعلم بذاثرہ۔

(تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین ص: ۳۰)

ترجمہ: تحقیق علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ
ہیں اور زائر کو جانتے ہیں۔

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی اور عقیدہ اہل سنت

۲۳..... حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی تحریر فرماتے ہیں:
ولما هو مقرر عند المحققین انه ﷺ حی ۛ ینق متمم بجمیع
الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن
شریف المقامات۔

(نور الایضام مکتبہ امدادیہ ملتان ص: ۱۸۹)

ترجمہ: اور محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ عبادات سے لذت اٹھاتے ہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ وہ ان آنکھوں سے پردے میں ہیں جو ان مقدس مقامات تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور عقیدہ اہل سنت

۲۳..... حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تحقیق وعدہ الہیہ کے لئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہیں۔“

(بہار شریعت ۱/۱۷۱)

سلطان العارفین سلطان باہو اور عقیدہ اہل سنت

۲۶..... حضرت سلطان العارفین سلطان باہو فرماتے ہیں:

”اور یاد رہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کو مردہ جانے اس پر ایمان سلب ہو جانے کا خوف ہے۔“

(عن الفقر، مطبعہ اللہ والی لاہور، ص: ۸۲)

آپ علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

”جو شخص حیات نبوی کو حیات نہیں مانتا بلکہ ممات کہتا ہے وہ شخص دین میں ست اور جھوٹا ہے کیونکہ جو حیات نبی کا قائل نہیں وہ بے دین اور بے یقین ہے، جو بے یقین ہے وہ منافق ہے اور شیطان لعین کا تابع ہے۔“

(مفتاح العارفین از قبلہ سلطان باہو رحمہ اللہ ص: ۲۹)

رومی کشمیر اور عقیدہ اہل سنت

۲۷..... ولی کامل قطب وقت حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے

ہیں:

دیئے جواب سلام ہمیشہ دائم زندہ ہویا
اے منکر کیوں سمجھیں ناہیں ہے دل تیرا مویا
امت نوں اعلام پچائے ایس حدیث نبی دی
ہوئی ثبوت حیاتی دائم لیندے خبر سبھی دی
جدوں سلام ہمیشہ جھلدا واجب جان زندہ
صحت کامل لازم ہوئی زندہ ہے پائندہ

(ہدایت المسلمین از میاں محمد بخش ص: ۶۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اوہ محبوب میرے در جو چاہے میں دیندا
امت کارن وچہ قبر دے استغفار کریندا
او زندہ پائندہ بیٹھا اپنی وچ قبر دے
بخش بہت اونان جھڑے جا زیارت کر دے

(ہدایت المسلمین ص: ۴۲)

علامہ عبدالقادر کی حنبلی اور عقیدہ اہل سنت

۲۹..... حضرت شیخ عبدالقادر کی حنبلی فرماتے ہیں:

انہ رحمۃ اللہ علیہ کسائر الانبیاء فی قبرہ یراہ ویجب لہ من الاحترام
مالہ قبل الموت ومنہ عدم رفع الصوت بحضورہ فانہ رحمۃ اللہ علیہ

يسمعه وان سرو يراه وان بعد -

(حسن التوسل في آداب زيارة افضل الرسل ص: ۱۰۱، ۱۰۲)

ترجمہ: آپ ﷺ تمام انبیاء کرام کی طرح اپنی قبر میں زندہ ہیں، دیکھ رہے ہیں آپ کا اسی طرح احترام واجب ہے جو کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔ اور اسی ادب میں سے ہے کہ آپ کی بارگاہ میں آواز پست رکھے کیونکہ آپ ﷺ اس کی بات سن رہے ہیں اگرچہ وہ آہستہ ہی کیوں نہ بولے اور اس کو دیکھ رہے ہیں اگرچہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو۔

اس عبارت میں ”فانه ﷺ يسمعه وان سرو يراه ان بعد“ کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ آپ ﷺ سنتے ہیں اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی آہستہ کیوں نہ بولے اور آپ ﷺ دیکھتے ہیں، امتیوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں، یعنی نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے دُور و نزدیک کا کوئی فرق نہیں۔ فافہم

امام تقی الدین السبکی اور عقیدہ اہل سنت

۳۰..... حضرت امام تقی الدین السبکی تحریر فرماتے ہیں:

فهذه نبذة من الاحاديث الصحيحة الدالة على حياة الانبياء والكتاب العزيز يدل على ذلك ايضا..... قل تعالى ولا تحسبن الذين..... الاية واذا ثبت ذلك في الشهيد ثبت في حق النبي ﷺ

(شفاء السقام ص: ۱۸۷)

ترجمہ: پس صحیح احادیث کا مجموعہ حیات الانبیاء پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو۔ جب یہ شہید کے لئے ثابت ہے تو نبی اکرم ﷺ کے لئے کئی وجوہ سے یہ ثابت ہے۔

مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور

وضاحت عقیدہ اہل سنت

۳۱..... امام اہل سنت مجدد دین و ملت سیدنا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے

ہیں:

فانہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم طیبون طاہرون احياء وامواتا بل لا موت لهم الا انما تصديقا للوعد ثم هم احياء ابدا بحياة حقيقية دنياویة روحانیة جسمانیة کما هو معتقد اهل السنة والجماعة ولذا لا یورثون ويمتنع تزوج نساہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم وبخلاف الشهداء الذین نص الکتاب العزیز انہم احياء ونہی ان یقال لهم اموات۔

(العطايا النبوية فی الفتاوی الرضویہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۳/۶/۲۰۰۳ء)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم۔ حیات و ممات ہر حالت میں طاہر و طیب ہیں بلکہ ان کے لئے موت محض تصدیق اور وعدہ الہیہ کے بموجب ایک آن کے لئے آتی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لئے حیات حقیقی دنیاوی روحانی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے، اسی لئے ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے بخلاف شہداء کے جن کے بارے میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے (مگر ان کی میراث تقسیم ہوگی اور ان کی عورتوں سے نکاح ثانی کرنا جائز ہے۔)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام حیاتِ حقیقی دنیاوی و روحانی و جسمانی سے زندہ ہیں اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔ جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۵۶/۶)

امام نجم الدین الغیثی اور عقیدہ اہل سنت

۳۲..... حضرت امام نجم الدین الغیثی (استاذ شاہ ولی اللہ) فرماتے ہیں:

بأنهم كالشهداء بل افضل منهم احياء في قبورهم فيصلون ويحسون كما ورد في الحديث الآخر۔

(المعراج الکبیر ص: ۶۷)

ترجمہ: بے شک وہ (انبیاء کرام) شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ افضل ہیں، اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔

شیخ حسن العدوی المصری اور عقیدہ اہل سنت

۳۳..... شیخ حسن العدوی المصری مالکی فرماتے ہیں:

ولا شك ان حياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام ثابتة معلومة مشتهرة ونبيننا افضلهم وقال: واذا كان كذلك فنبغي ان تكون حياته ﷺ اكمل واتم۔

(مشرق الانوار بحوالہ شواهد الحق ص: ۱۰۸)

ترجمہ: اور بلا شک حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت و معلوم اور مشہور ہے اور ہمارے آقا ﷺ ان سب انبیاء سے افضل ہیں جب ایسا ہے تو پھر آپ ﷺ کی حیات بھی اکمل اور اتم ہے۔

امام محمد شوبری المصری الشافعی اور عقیدہ اہل سنت

۳۵..... حضرت علامہ امام محمد شوبری المصری الشافعی فرماتے ہیں:

اما الانبياء عليهم الصلوة والسلام فانهم احياء في قبورهم
يصلون ويحجون كما وردت به الاخبار وتكون الاغاثه منهم
معجزة لهم -

(شواهد الحق في الاستفالة بسيد الخلق ص: ۱۱۸)

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا احادیث میں وارد ہے اور ان کا مدد فرماتا ان کا معجزہ ہے۔

علامہ شہاب الدین الخفاجی اور عقیدہ اہل سنت

۳۶..... حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی فرماتے ہیں:

قد حرم الله جسده على الارض وحياته في قبره كسائر الانبياء
عليهم الصلوة والسلام -

(نسيم الرياض ۱/ ۳۱۶)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد اقدس کو زمین پر حرام کر دیا ہے اور آپ ﷺ کو قبر مبارکہ میں دیگر انبیاء کرام کی طرح حیات حاصل ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

وفيه دليل على انه ﷺ حي حياة مستمرة وقد ثبت بالا حاديث
الصحيحة انه ﷺ وسائر الانبياء احياء حياة حقيقية۔

(نسم الرياض ۳۹۹/۳)

ترجمہ: اور اس میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور آپ کی حیات ہمیشگی
والی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام حقیقی
حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

لانه ﷺ حي في قبره يسمع دعاء زائرة ومن جاء لرجاء شفاعته
له لاشك في انه يتوجه اليه بقلبه وقلبه۔

(نسم الرياض ۳۹۸/۳)

کیونکہ آپ ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں اور زائر کی دعا سنتے ہیں اور جو آپ
کی شفاعت کی امید لے کر آیا تو بلاشبہ آپ اس کی طرف دل و جسم و جان کے
ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔

علامہ صاوی الماکی اور عقیدۃ اہل سنت

۳۷..... علامہ صاوی الماکی فرماتے ہیں:

مثل الشهداء الانبياء بل حياة الانبياء اجل واعلى۔

(تفسير الصاوي على العلالين ۱۶۸/۱)

ترجمہ: شہداء کی مثل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں بلکہ انبیاء کی حیات زیادہ
عزت و جلال والی اور بلند تر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور عقیدہ اہل سنت

۳۸..... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ان الانبياء لا يموتون وانهم يصلون ويحيون في قبورهم -

(فصوص الحرمین ص: ۸۰)

ترجمہ: انبیاء کرام فوت نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین رملی اور عقیدہ اہل سنت

۳۹..... حضرت شیخ شہاب الدین رملی فرماتے ہیں:

اما الانبياء فانهم احياء في قبورهم يصلون ويحيون كما وردت

به الاخبار - (شواهد الحق ص: ۱۴۱)

ترجمہ: اور بہر حال انبیاء کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔

حکیم الامت نابض قوم علامہ محمد اقبال اور عقیدہ اہل سنت

۴۱..... حضرت علامہ اقبال شاعر مشرق فرماتے ہیں:

”میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔“

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن اور عقیدہ اہل سنت

۴۲..... حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری فرماتے ہیں:

لان عندنا رسول اللہ ﷺ حی یحس ویعلم وتعرض علیہ
اعمال الامة و یبلغ الصلوة والسلام علیہ علی ما بینا۔

(شکایۃ اہل السنۃ فی رسائل القشیریۃ ص: ۲۷)

ہمارے (اہل سنت) کے نزدیک نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔ آپ کو حس اور علم حاصل ہے اور آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ آپ کو امت کا درود و سلام پہنچایا جاتا ہے۔
دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

فاذا ثبت ان نبینا ﷺ حی فالحی لا ید ان یکون عالما او
جاہلا ولا یجوز ان یکون النبی ﷺ (غیر عالم) جاہلا۔

(شکایۃ اہل السنۃ فی رسائل القشیریۃ ص: ۲۷)

ترجمہ: جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی ﷺ زندہ ہیں تو زندہ یا تو عالم ہو گا یا جاہل اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ (غیر عالم) ہوں۔

اس عبارت میں حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ظاہر ہوا اور الحمد للہ یہی عقیدہ تمام اہل سنت کا ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور امت کے حالات و واقعات سے واقف اور عالم ہیں، جو آپ ﷺ کو (غیر عالم) کہے (جیسا کہ آج کل کے نجدی وغیرہ کہتے ہیں) وہ خود جاہل و گمراہ اور بدعتی ہیں۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

وعندہم محمد ﷺ حی فی قبرہ۔ (شکایۃ اہل السنۃ فی رسائل القشیریۃ ص: ۲۷)

ترجمہ: اور اشاعرہ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں۔

علامہ ابن القیم اور عقیدہ اہل سنت

۴۴..... علامہ ابن القیم تحریر فرماتے ہیں:

قال ابو عبد الله وقال شيخنا احمد بن عمرو: الذي يزيح هذا الاشكال ان شاء الله تعالى: ان الموت ليس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الى حال ويدل على ذلك ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء عند ربهم يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحياء في الدنيا واذا كان هذا في الشهداء كان الانبياء بذلك احق واولى مع انه قد صرح عن النبي ﷺ ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء..... وقد اخبر به بانه ما من مسلم يسلم على الالة عليه روحه حتى يرد عليه السلام - الى غير ذلك مما يحصل من جملة القطع بان موت الانبياء انما هو راجع الى ان غيبوا عنا بحيث لا ندركهم وان كانوا موجودين احياء وذلك كالحال في الملائكة فانهم احياء موجودون ولا نراهم -

(كتاب الروح ص: ۵۸، ۵۷)

ترجمہ: ابو عبد اللہ نے کہا کہ ہمارے شیخ احمد بن عمرو نے کہا جس سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل ہونے اور انتقال کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش ہیں اور بشارتیں دیتے ہیں اور دنیا میں زندوں کی یہی صفات ہیں۔ لہذا جب شہداء کا یہ حال ہے تو پھر انبیاء بدرجہ اولیٰ اس کے حق دار ہیں اور تحقیق نبی اکرم ﷺ

سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی اور آپ نے خبر دی کہ جو کوئی بھی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو آپ کی طرف لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ آپ اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہ اور اس جیسی دیگر احادیث سے یہ قطعی طور پر علم حاصل ہوا کہ انبیاء کرام کی وفات کا معنی صرف یہ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں کہ ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ و موجود ہیں، ان کا حال فرشتوں کا سا ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں مگر ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے ۔

علامہ ابن القیم وہابیہ کے نزدیک بہت معتبر اور مسلم عالم ہیں۔ دیکھیں وہ کس طرح حیاۃ الانبیاء کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان کے حاضر و موجود ہونے کی تصریح بھی فرما رہے ہیں۔ (فانہم وتدبیں)

علامہ تاج الدین فاکھانی مالکی اور عقیدۃ اہل سنت

۴۵..... حضرت شیخ تاج الدین فاکھانی مالکی فرماتے ہیں:

یؤخذ من ہذا الحدیث ان رسول اللہ ﷺ حی علی الدوام۔

(الحاوی للفتاویٰ ۱۵۱/۲)

ترجمہ: اس حدیث شریف سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔

قاضی ابوبکر بن العربی المالکی اور عقیدہ اہل سنت

۴۶..... قاضی ابوبکر بن العربی المالکی فرماتے ہیں:

ولا یمتنع رویۃ ذاته الشریفة بجسده وروحہ وذلك لانه
وسائر الانبیاء احياء ردت علیہم ارواحہم بعد ما قبضوا۔

(الحاوی للفتاویٰ ۲/۲۶۳)

ترجمہ: اور آپ کی ذات شریفہ کی زیارت روح اور جسد اقدس سمیت ممتنع نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد واپس ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں۔

علامہ یوسف الدجوری مصری اور عقیدہ اہل سنت

۴۷..... حضرت الشیخ علامہ یوسف الدجوری مصری فرماتے ہیں:

ان الانبیاء وکثیرا من صالحی المسلمین الذین لمسوا بشهداء
کاکابر الصحابة افضل من الشهداء بلا شک ، فاذا ثبتت الحیاة
للشهداء فثبوتها لمن هو افضل منهم اولی علی ان حیاة الانبیاء
مصرح بها فی الاحادیث الصحیحة۔

(مقالات العلامة الدجوری فی الرد علی التمیمین بحوالہ التوسل بالنبی وبالصلحین ص: ۲۷۷)

بے شک انبیاء کرام اور بہت سارے صالحین مسلمان جو کہ شہیدوں میں سے نہیں جیسے کہ اکابر صحابہ کرام ہیں وہ شہداء سے بالیقین افضل ہیں تو جب شہداء کے لئے حیات ثابت ہے تو جو ان سے افضل ہیں ان کے لئے تو بدرجہ اولیٰ حیات ثابت ہونی چاہیے اور پھر حیات انبیاء میں تو صراحت کے ساتھ صحیح احادیث مروی ہیں۔

علامہ ابو حامد بن مرزوق اور عقیدہ اہل سنت

۴۸..... حضرت علامہ ابو حامد بن مرزوق فرماتے ہیں:

واما حياة الانبياء فاعلى واكمل واتم من الجميع لانها للروح
والجسم على الدوام على ما كان في الدنيا على ما تقدم عن

جماعة من العلماء - (التوسل بالنبي وبالصلحاء ص: ۲۱۳)

ترجمہ: اور حیات الانبیاء تو وہ سب (شہداء اولیاء و مسلمین) سے اعلیٰ و اکمل ہے
کیونکہ ان کی روح و جسد ہمیشہ اسی طرح ہے جیسے کہ دنیا میں تھا جیسا کہ علماء کی
ایک جماعت کا موقف پہلے گزر چکا ہے۔

علامہ جمیل آفتدی الزحاوی اور عقیدہ اہل سنت

۴۹..... حضرت علامہ جمیل آفتدی الزحاوی فرماتے ہیں:

على انهم احياء في قبورهم -

(المرصاد في الرد على منكري التوسل والكرامات والخوارق ص: ۶۱)

ترجمہ: کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

علامہ محمد احمد الشمری الشافعی اور عقیدہ اہل سنت

۵۰..... حضرت محمد احمد الشمری الشافعی فرماتے ہیں:

وكرامات الاولياء لا تنقطع بموتهم اما الانبياء فلانهم احياء في

قبورهم يصلون ويصحبون كما وردت به الاخبار وتكون الاغالة

منهم معجزة لهم والشهداء احياء عند ربهم ايضا۔

(فتاویٰ فی کرامات اولیاء الشیخ الشوری ص: ۱۸۱ نقل عن الشیخ النہانی فی الشواهد ۱۱۸)

ترجمہ: اور اولیاء کی کرامات ان کی موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتیں اور بہر حال انبیاء کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث اس سلسلہ میں وارد ہیں اور ان کا مدد کرنا ان کا معجزہ ہے اور شہداء بھی اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

علامہ احمد بن شہاب اسجاعی اور عقیدہ اہل سنت

۵۱..... شیخ احمد بن شہاب احمد بن محمد اسجاعی الشافعی فرماتے ہیں:

وہم علیہم الصلوٰۃ والسلام احياء فی قبورہم ولا خلاف (رسالہ فی اثبات کرامات الاولیاء۔)

ترجمہ: اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے۔

علامہ سید محسن الامین مصری اور عقیدہ اہل سنت

۵۲..... سید محسن الامین مصری لکھتے ہیں:

بانا متفقون علی انه ﷺ حی فی قبرہ یعلم زائرہ۔

(کشف الارتباب فی اتہام محمد بن عبد الوہاب ص: ۲۶۱)

ترجمہ: ہمارے پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں اور زائرین کو جانتے ہیں۔

سید محسن الامین مزید فرماتے ہیں:

ودلت الآیات والاخبار علی حیاتہم بعد الموت۔

(کشف الارتباب فی اتہام محمد بن عبد الوہاب ص: ۲۳۸)

ترجمہ: آیات و احادیث انبیاء کی حیات بعد الوفات پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور عقیدۃ اہل سنت
۵۳..... حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
ہیں:

الانبياء والاولياء يصلون في قبورهم كما يصلون في بيوتهم۔
(سر الاسرار فيما يحتاج اليه الابرار ص: ۱۰۴)

ترجمہ: انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ اپنے
گھروں میں۔

علامہ شیخ عبدالکریم اور عقیدۃ اہل سنت

۵۴..... الشیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی فرماتے ہیں:

فقد ثبت ان الانبياء احياء في قبورهم وان الارض لا تاكل
اجسادهم۔

(نور الاسلام لمن اراد الفوز بالمرام ص: ۲۲۶)

ترجمہ: تحقیق یہ ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور
میں زندہ ہیں اور زمین ان کے اجسام طاہرہ کو نہیں کھا سکتی۔

علامہ ابو میمونہ الکرلوی اور عقیدۃ اہل سنت

۵۵..... مولانا ابو میمونہ الکرلوی فرماتے ہیں:

وبحیۃ الانبياء اجزم في القبر۔ لهم تصرف الى يوم الحشر في خبر
المعراج والاسراء لقاء النبی موسی وبالا نبياء۔

(تحذیر الابداع عن تعبير الابتداع ص: ۷۷ ملحق سہیل النجاة ترکی)

ترجمہ: اور حیاۃ الانبیاء فی القبر، یہ ضرور ثابت ہے اور ان کو قیامت تک تعریف حاصل ہے اور معراج و اسراء کی حدیث میں حضرت موسیٰ اور انبیاء کرام کی ملاقات کا ذکر اسی پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ سعید الرحمن التیراہی اور عقیدہ اہل سنت

۵۶..... مولانا سعید الرحمن التیراہی فرماتے ہیں:

یجوز التوسل بالنبی ﷺ كذلك يجوز بقبر النبي ﷺ والا
فليس النبي ﷺ بميت في الحقيقة بل هو حي يرزق۔

(العمل المتمدن في اتباع السلف الصالحين ص: ۱۶)

ترجمہ: جس طرح نبی اکرم ﷺ سے توسل جائز ہے اسی طرح آپ کی قبر منور سے بھی جائز ہے مگر نبی اکرم ﷺ حقیقت میں مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

علامہ فضل اللہ شہاب الدین اور عقیدہ اہل سنت

۵۷..... حضرت علامہ فضل اللہ شہاب الدین ابو عبد اللہ تورپشتی فرماتے ہیں:

وازاں جملہ آنست کہ بدانند کہ زمین کالبد وے را بخورد و بوسیدہ نہ شد و چوں زمین از وے شکافتہ شود، کالبد وے بحال خود باشد و حشر وی و دیگر انبیاء جنیں باشد حدیث درست است کہ (ان اللہ حرم علی ۱۱۔ من ان تاکل اجساد الانبیاء۔ الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون) اول ہمہ بخیر ما ﷺ بر خیزد از قبر مبارک آنچہ یاد کرده شد و استن آن ہمہ تا تعظیم و توقیر رسول اللہ ﷺ کہ حق تعالیٰ بر ما فرض کرده است۔ (المعتمد فی المعتقد ص: ۸)

ترجمہ: اور ان دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی جاننا چاہیے کہ آپ کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی اور نہ ہی وہ بوسیدہ ہوگا۔ اور جب زمین شق ہوگی تو آپ کا جسد اقدس اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہوگا۔ اور اسی وجود مبارک کے ساتھ آپ اور دیگر انبیاء کرام کا حشر ہوگا اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور تمام کائنات سے پہلے قبر سے ہمارے آقا ﷺ اٹھیں گے اس کو یاد کر لو اور جان لو کہ یہ بہت اہم چیز ہے اور کیونکہ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اللہ جل مجدہ نے ہم پر فرض فرمادی ہے۔

علامہ آلوسی بغدادی اور عقیدہ اہل سنت

۵۸..... حضرت علامہ آلوسی بغدادی ارشاد فرماتے ہیں:

والاخبار المذكورة بعد فيما سبق المراد منها كلها اثبات الحياة في القبر بضرب من التأويل والمراد بتلك الحياة نوع من الحياة غير معقول لنا وهي فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا ﷺ اكمل واتم من حياة سائرهم عليهم السلام۔

(روح المعانی جلد ۲۲/۱۲/۳۸)

ترجمہ: اور یہ تمام احادیث مذکورہ اور جو کچھ گزرا اس تمام سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر کا اثبات ہوتا ہے اور اس سے حیات کی ایک ایسی قسم مراد ہے جو کہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ شہداء کی حیات سے بلند و بالا ہے اور پھر نبی اکرم ﷺ کی حیات تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی اکمل واتم ہے۔

۱۳..... حضرت علامہ شہاب الدین محمود آلوسی فرماتے ہیں:

ثم ان تلك الحملة في القبر وان كان يترتب عليها بعض ما
يترتب على الحياة في الدنيا المعروفة لنا من الصلوة والاذان
والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك۔ (روح المعاني ۳۸/۲۲)

علامہ بدرالدین عینی اور عقیدہ اہل سنت

۵۹..... حضرت علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

وقال الداودي اي لا يموت في قبرة مودة اخرى كما قيل في
الكافر والمنافق به ان ترد اليه روحه ثم قبض۔

(عمدة القاري شرح البخاري كتاب المغزى ۷۲/۱۸)

ترجمہ: اور امام داؤدی نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے قبر میں دوسری موت
نہیں ہے جیسا کہ کافر اور منافق کے حق میں کہا گیا ہے کہ ان کو روح لوٹا کر پھر
قبض کر لی جاتی ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

واراد الموتين الموت في الدنيا والموت في القبر وهي
الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذلك ذكرهما بالتعريف
وهما الموتتان الواقعتان لكل احد غير الانبياء عليهم الصلوة
والسلام فانهم لا يموتون في قبورهم بل هم احياء۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري باب فضائل صديق اکبر ۱۸۵/۱۶)

ترجمہ: اور دو موتوں سے مراد ہے کہ ایک اس دنیا میں موت اور دوسری قبر میں۔
اور یہ دونوں موتیں معروف و مشہور ہیں۔ اور یہ دونوں موتیں سوائے انبیاء کرام
علیہم السلام کے سب کے لئے ثابت ہیں اور انبیاء کرام کے لئے موت نہیں ہے
بلکہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام محمد بن الحسن بن نورک اور عقیدہ اہل سنت

۶۰..... حضرت امام محمد بن الحسن بن نورک فرماتے ہیں:

ان نبینا ﷺ حی فی قبرہ رسول اللہ ﷺ ابدًا الآباد علی
الحقیقة لا المجاز وانه کان نبیا وأدم بین الماء والطین۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۵۴/۳)

بے شک ہمارے نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، اللہ کے رسول ہیں ابدلاً آباد
نیک، حقیقی طور پر نہ کہ مجازی طور پر اور آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ
حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ (دورانِ تخلیق تھے)

امام تاج الدین السبکی اور عقیدہ اہل سنت

۶۱..... حضرت علامہ امام تاج الدین السبکی الشافعی فرماتے ہیں:

ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احياء فی قبورهم فاین
الموت (وعندهم محمد ﷺ حی فی قبرہ)

(طبقات الشافعیہ ۲۶۶/۲)

ترجمہ: ہم اہل سنت کے عقائد میں سے ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی
قبر میں زندہ ہیں تو پھر ان کے لئے موت کہاں ہے؟ (اہل سنت کے نزدیک
حضرت محمد ﷺ اپنے مزار مبارک میں زندہ ہیں)

علامہ تاج الدین السبکی مزید فرماتے ہیں:

لان عندنا محمد ﷺ حی یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال
الامة ویبلغ الصلوة والسلام علی ما بینا۔

(طبقات الشافعیہ ۲۸۲/۲)

ترجمہ: کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت محمد ﷺ زندہ ہیں جس رکھتے ہیں اور (امت کے حالات) جانتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

امام عبدالرؤف المناوی اور عقیدۃ اہل سنت

۶۲..... حضرت علامہ امام عبدالرؤف المناوی المصری فرماتے ہیں:

الانبياء احياء في قبورهم يصلون ، لانهم كالشهداء بل افضل
والشهداء احياء عند ربهم وفائدة تقيد العندية الاشارة ان
حياتهم ليست بظاهرة عندنا وهم كالملائكة وكذا الانبياء ولهذا
كانت الانبياء لا تورث۔

(فيض القدير شرح الجامع الصغير ۲/۱۸۴)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہ شہداء کی طرح بلکہ ان سے بہت افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور یہاں عند ربہم کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان شہداء کی زندگی ہمارے پاس ظاہر نہیں ہے اور وہ شہداء ملائکہ کی طرح ہیں، جیسا کہ حضرات انبیاء کرام، کیونکہ فرشتے بھی زندہ ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے اسی طرح انبیاء ہیں۔ اسی لئے انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

علامہ مناوی مزید فرماتے ہیں:

والانبياء احياء في قبورهم يصلون ۔

(فيض القدير ۳/۴۰۰)

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں، اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی اور عقیدہ اہل سنت

۶۳..... حضرت علامہ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ان حیاته ﷺ فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیا و الانبیاء
احیاء فی قبورهم -

(فتح الباری باب فضائل صدیق اکبر ۲۱/۷)

ترجمہ: آپ ﷺ کی حیات قبر میں ایسی ہے کہ جس پر موت واقع نہیں ہوتی بلکہ
آپ ہمیشہ زندہ ہیں کیونکہ حضرات انبیاء کرام اپنے مزارات مقدسہ میں زندہ ہیں۔

امام علی بن برہان الدین الحکمی اور عقیدہ اہل سنت

۶۴..... حضرت علامہ امام علی بن برہان الدین الحکمی الشافعی فرماتے ہیں:

وفیه ان یقتضی ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یفزعون
لانہم احیاء -

(السیرۃ العلویۃ ۳۰۴/۳)

ترجمہ: اور اس میں اس طرف اشارہ ہے جو کہ مقتضی ہے کہ انبیاء کرام علیہم
الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوں گے کیونکہ وہ (اپنی قبور میں) زندہ ہیں۔

امام فخر الدین رازی کی اور عقیدہ اہل سنت

۶۵..... حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یدل علی ان الانسان یحیی بعد الموت وكذلك قوله عليه
الصلوٰۃ والسلام : انبیاء اللہ لا یموتون ولكن ینقلون من دار

الی دار - (التفسیر الکبیر ۳۱/۲۱)

ترجمہ: یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ انسان موت کے بعد زندہ ہیں اور اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد: انبیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی اور عقیدہ اہل سنت

۶۶..... حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

ترجمہ: بے شک رسالت موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتی اور بلکہ اسی طرح دلالت اور تمام مکارم دینیہ منقطع نہیں ہوتیں تو نبوة کیسے منقطع ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(عمدة الرعاية فی حل شرح الوقایة کتاب الجہاد ۲/۳۰۷)

علامہ عبد الوہاب بخاری اور عقیدہ اہل سنت

۶۷..... حضرت الشیخ حاجی عبد الوہاب بخاری فرماتے ہیں:

دو نعمت در عالم بالفعل موجود است کہ فوق جمیع نعمت ہاست ولیکن مردم قدر آں نعمت رانمی شناسد و بداں پے نمی پرند و از تحصیل آن غافل اند یکی آنکہ وجود مبارک محمد مصطفیٰ ﷺ بصفہ حیاة در مدینہ موجود است و مردم این سعادت را در نمی یابند و دیگر قرآن مجید کہ کلام پروردگار است۔

(اخذہ الاخذہ للشیخ عبدالحق محدث دہلوی ص: ۲۱۵)

ترجمہ: دو نعمتیں اس دنیا میں بالفعل موجود ہیں جو کہ تمام نعمتوں سے بلند اور افضل ہیں اور لوگ ان کی قدر و منزلت نہیں جانتے اور ان سے فیض حاصل کرنے سے غافل ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک محمد مصطفیٰ ﷺ کا وجود مبارک جو کہ حیاة

تامہ کی صفت کے ساتھ مدینہ منورہ میں موجود ہے اور لوگ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل نہیں کرتے اور دوسری نعمت قرآن کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے۔

علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس اور عقیدہ اہل سنت

۶۸..... حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں:

لانه حي في قبره وكذا سائر الانبياء -

آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

ان الانبياء احياء ان حياتهم زائدة على حياة الشهداء وانها قد

تعطى بعض احكام الدنيا قال ابن حجر وقد صح ان الانبياء

يحيون ويلبون قانها لهم ليست تكليفية بل يتلذذون بها -

(الروايد العلية البهية باب في ميراث رسول الله ﷺ ۲۳۶/۱)

ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں بے شک ان کی حیات شہداء سے

افضل ہے اور ان پر بعض دنیاوی احکام مرتب ہوتے ہیں اور امام ابن حجر نے

فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ انبیاء کرام حج کرتے ہیں اور تبلیہ پڑھتے ہیں اور یہ ان کے

لئے عبادت تکلیفیہ نہیں ہے بلکہ وہ اس سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور عقیدہ اہل سنت

۶۹..... حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبياء احياء في القبور - (سير الاولیاء ص: ۸۵)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اور عقیدہ اہل سنت

۷۵..... حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبياء يصلون في القبور شنيده باشند و حضرت پیغمبر ماعلیہ ﷺ شب معراج چوں بر قبر حضرت کلیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام گزشتند و دیدند کہ در قبر نمازی گزارد۔

(مکتوبات شریف دفتر دوم حصہ ششم ۳۳/۱۶)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام قبور میں نماز پڑھتے ہیں یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا اور حضرت نبی اکرم ﷺ معراج کی شب جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گزرے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔

امام شمس الدین محمد یوسف الکرمانی اور عقیدہ اہل سنت

۷۱..... حضرت امام شمس الدین محمد یوسف الکرمانی شافعی فرماتے ہیں:

ويحتمل ان يراد ان حياتك في القبر لا يعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتين۔

(کوکب الدداری المعروف الکرمانی شرح صحیح بخاری باب ہدایہ الخلق ۳۱۰/۱۴)

ترجمہ: اور یہ احتمال ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا ہو کہ آپ ﷺ کی قبر میں حیات ایسی ہے کہ موت جس کا تعقب نہیں کرے گی۔ (موت نہیں آئے گی) اور آپ ﷺ دو مرتبہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔

امام قسطلانی اور عقیدہ اہل سنت

۷۲..... حضرت علامہ احمد بن محمد القسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

ولا شك ان حياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام ثابتة -

ترجمہ: بلا شک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات (قبر میں)

ثابت معلوم اور ہمیشہ رہنے والی حیات ہے۔

اور ہمارے آقا ﷺ ان سب سے افضل ہیں تو جب آپ افضل ہیں تو چاہیے

کہ آپ کی حیات فی القبر بھی سب سے زیادہ اکمل اور مکمل حیات ہو۔

علامہ کا کوروی اور عقیدہ اہل سنت

۷۳..... حضرت مولانا ابوالحسن حسن کا کوروی فرماتے ہیں:

”حیات مستمرہ رسول اللہ ﷺ کی بدلائل قویہ ثابت ہے۔ کوئی مسلمان اس سے

انکار نہ کرے۔ اسی طرح اور حدیثیں بہت ہیں کہ ان سے حیات مستمرہ حضرت

ﷺ اور بھی انبیاء علیہم السلام خصوصاً اور عموماً بعد چشیدن موت یکبارہ ثابت

ہوتی ہے۔ اور جو موت قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ”انک میت وانہم

میتون“ اور جس موت پر اجماع منعقد ہوا سو وہ موت مراد ہے کہ جو جملہ انبیاء،

شہداء اور مسلم و کافر کو ہوتی ہے، پھر انبیاء اور شہداء بعد اس موت کے بہ حیات

مستمرہ زندہ کئے جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ حیات انبیاء بھی بقدر شان اور مرتبہ ہے

اور حیات شہداء سے افضل ہے۔“

(تفریم الاذکیاء فی احوال الانبیاء ۲/۳۳۱، ۳۳۲)

علامہ اسماعیل حقی اور عقیدہ اہل سنت

۷۴..... حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجسام سے اسی طرح ہوتا ہے کہ ان کے اجسام بھی اسی طرح زندہ ہو جاتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں تھے اور ان کو افعال و اختیار کی قدرت عنایت فرمائی جاتی ہے جیسا کہ انسان العیون میں ہے۔

(کذا فی انسان العیون تفسیر روح البیان ۴: ۷۸)

علامہ ابن رجب حنبلی اور عقیدہ اہل سنت

۷۵..... حضرت علامہ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی فرماتے ہیں:

ولان حياة الانبياء اكمل من حياة الشهداء بلاريب فشملمهم حكم الاحياء -

(احوال القبور واحوال اهلها الى النشور ص: ۱۳۵)

ترجمہ: کیونکہ حیات الانبیاء حیات شہداء سے اکمل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں پس وہ زندوں کے حکم میں شامل ہیں۔

شیخ الاسلام تقی الدین اور عقیدہ اہل سنت

۷۶..... حضرت امام شیخ الاسلام تقی الدین ابو عمرو عثمان بن صلاح الشہر زوری الشافعی المعروف ابن الصلاح فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا سے آخرت کی طرف تشریف لے جانے کے بعد زندہ ہیں پس آدمی کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ اپنی زبان سے آپ

ﷺ کی اب رسالت اور حیات کی نفی کرے کیونکہ یہ بہت بڑی اور عظیم خطا ہے اور کرامیہ فرقہ نے خراسان میں اس شنیع عقیدہ کی نسبت امام ابوالحسن الاشعری کی طرف کی تھی تو امام ابو محمد الجونی اور امام قشیری نے اس برے عقیدے سے امام الاشعری کی براءت ظاہر و ثابت فرمائی۔

(فتاویٰ رسائل ابن الصلاح ۱/۳۳، ۱۳۲)

شیخ احمد بن محمد خیر شقینظلی اور عقیدہ اہل سنت

۷۷..... شیخ احمد بن محمد خیر شقینظلی مالکی المدنی فرماتے ہیں:

فهو صلى الله عليه وسلم حي في قبرة الشريف يتصرف في الكون باذن الله تعالى كيف شاء۔

(المهند على المفند ص: ۱۱۰)

ترجمہ: پس حضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون (کائنات) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

امام ابو بکر بن الحسین اور عقیدہ اہل سنت

۷۹..... حضرت امام علامہ ابو بکر بن الحسین بن عمر ابی الفخر المرائی فرماتے ہیں:

وبهذا يعلم ان الحياة التي نسبها للنبي ﷺ زائدة على حياة الشهداء۔

(تحقيق النظرية بتلخيص معالم دار الهجرة ص: ۱۲۰)

ترجمہ: اور اس سے معلوم ہوا کہ جو ہم نبی اکرم ﷺ کے لئے حیات ثابت کرتے ہیں وہ شہید کی حیات سے زائد یعنی کامل تر ہے۔

امام الحرمین حضرت امام جوینی اور عقیدہ اہل سنت

۸۰..... امام الحرمین حضرت امام جوینی نقل فرماتے ہیں:

ایما ما خلفه بقی علی ما کان فی حیاته فکان ینفق ابوبکر منہ علی اہلہ وخدمہ وکان یری انہ باق علی ملک النبی ﷺ فان الانبیاء احياء وهذا يقتضى اثبات الحياة فی احکام النبی وذلك زائد علی حیاة الشہید -

(تحقیق النضوة بتلخیص معالم دار الهجرة ص: ۱۳۰)

اور جو کچھ آپ ﷺ کی حیات میں آپ کے پاس تھا اس میں سے جو کچھ باقی بچا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو ان اہل بیت اور خادموں میں خرچ کیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ میراث نبی اکرم ﷺ کی ملک میں باقی تھی کیونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور یہ بات ان کی حیات کا تقاضا کرتی ہے نبی اکرم ﷺ کے احکام میں اور یہ حیات شہید کی حیات سے زائد و اعلیٰ ہے۔

امام العز بن عبد السلام اور عقیدہ اہل سنت

۸۱..... حضرت امام العز بن عبد السلام فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ حی واعمالہ فیہ مضاعفة اکثر من کل احد۔

(فتاویٰ علامہ سبکی ۳۰۹/۱)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور قبر میں ہر ایک سے ان کے اعمال خیر بھی زیادہ ہیں۔

عقائد اسلامیہ کے امین برحق مجدد وقت حضرت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حق کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فانهم صلوات الله تعالى عليهم طيبون طاهرون احياء وامواتا
بل لا موت لهم الا انما تصديقاً للوعد ثم هم احياء ابداً بحياة
حقيقية دنيوية وروحانية جسمانية كما معتقد اهل السنة والجماعة
ولذا لا يرثون ويمتنع تزوج نساء هم صلوات الله تعالى
وسلامه عليهم بخلاف الشهداء الذين نص الكتاب العزيز انهم
احياء ونهى ان يقال لهم اموات۔

(فتاویٰ رضویہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۳/۳۰۳ تا ۳۰۷)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم حیات و ممات ہر حالت
میں طیب و طاہر ہیں بلکہ ان کے لئے موت کا آنا محض تصدیق وعدہ الہیہ کے
لئے ہے پھر وہ ہمیشہ حیات حقیقی دنیوی روحانی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں
جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے، اسی لئے کوئی ان کی وراثت کا حقدار
نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ
وسلامہ علیہم، بخلاف شہداء کے کہ جن کے بارے میں قرآن مجید نے صراحت
فرمائی کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔ (ان کی میراث بھی
تقسیم ہوگی اور ان کی ازواج دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں)

اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا انبیاء کرام کی حیات فی القبور کے
بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ ان کی حیات مبارکہ حقیقی دنیوی روحانی جسمانی ہے۔

امام تقی الدین سبکی اور عقیدہ اہل سنت

حضرت امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حياة الانبياء في القبر كحياتهم في الدنيا ويشهد له صلاة موسى

فی قبرہ فان الصلاة تستدعی جسدا حیا۔

(الحاوی للفتاویٰ ۱۵۲/۲)

ترجمہ: انبیاء کی حیات قبور میں حیات دنیا کی طرح ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے۔ لیکن اس کے برعکس موجودہ دور کے وہابی حیات الانبیاء کے منکر ہیں اور اگر قائل ہیں تو صرف روحانی برزخی زندگی کے، حقیقی جسمانی زندگی کے نہ صرف مخالف و منکر ہیں بلکہ قائلین کے گمراہ و بدعتی ہونے کے بھی فتوے دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو سرخیل وہابیہ پاکستان مولوی اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے اس سلسلہ میں کیا لکھا ہے۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کہ ”یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے“ لکھ کر آگے مولوی صاحب کہتے ہیں: ”مگر جو اہل سنت ہیں ان کی کتابوں میں نہیں۔“

(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص: ۳۸۳)

یہ تو ابھی معلوم ہوگا کہ یہ اہل سنت کی کتابوں میں ہے یا کہ نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد مذکورہ مولوی صاحب نے سرخی جھائی ہے۔

”انبیاء کی حیات دنیوی اہل بدعت کا مذہب ہے۔“

اور اس سرخی کے نیچے لکھا ہے:

”ابن القیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات دنیاوی اہل بدعت اور معتزلہ

کا مذہب ہے۔“

(المصیدۃ نونہ ص: ۱۴۰)

تو اب ملاحظہ فرمائیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے یا کہ نہیں؟

حضرت امام تقی الدین علی السبکی فرماتے ہیں:

۱..... واما حياة الانبياء اعلى واكمل واتم من الجميع لانها
للروح والجسد على الدوام على ما كان في الدنيا على ما تقدم
عن جماعة من العلماء۔

(شفاء السقام ص: ۲۰۶)

ترجمہ: اور بہر حال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات تمام سے اعلیٰ اکمل
اور اتم ہے کیونکہ ان کی حیات جسم اور روح دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس
طرح کہ دنیا میں تھی۔

امام سیوطی اور عقیدہ اہل سنت

۲..... اور حضرت امام جلال الدین سیوطی امام تقی الدین السبکی سے ہی نقل

فرماتے ہیں:

وحياة الانبياء في القبر كحياتهم في الدنيا ويشهد له صلاة
موسى في قبره فان الصلاة تستدعي جسدا حيا وكذلك
الصفات المذكورة في الانبياء ليلة الاسراء كلها صفات
الاجسام۔

(الحاوی للفتاویٰ ۱۵۲/۲)

ترجمہ: اور انبیاء کرام کی قبر میں زندگی دنیا کی زندگی کی طرح ہے اور اس کی دلیل
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے، کیونکہ نماز زندہ جسم کی
مقتضیٰ ہے اور اسی طرح شب معراج میں انبیاء کرام کی صفات جو کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائیں وہ تمام کی تمام بدنی صفات ہیں (نہ کہ صرف روح کی کہ
حیات صرف روحانی ہو)۔

امام نورالدین علی بن احمد اور عقیدہ اہل سنت

۳..... حضرت امام نورالدین علی بن احمد السمھودی فرماتے ہیں:

واما ادلة حياة الانبياء فمقتضاها حياة الابدان كحالة الدنيا مع الاستغناء عن الغذاء ومع قوة النفوذ في العالم وقد اوضحنا المسألة في كتابنا المسمى بالوقال لما يجب لحضرة المصطفى ﷺ.

(وقال الوقال بالخبر دار المصطفى ۱۳۵۵/۳)

ترجمہ: اور انبیاء کرام کی حیات کے دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کی حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں ان کی حالت تھی، اس کے ساتھ ساتھ غذا سے مستغنی ہونے کے باوجود اور دنیا و عالم میں نفاذ کی قوت کے ساتھ۔ اور اس کی ہم نے وضاحت اپنی کتاب ”الوقال ما يجب لحضرة المصطفى“ میں کر دی ہے۔

علامہ بدرالدین زرکشی اور عقیدہ اہل سنت

۴..... حضرت علامہ بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں:

له ﷺ في آن واحد من اقطار نواح متباعدة مع ان رؤيته ﷺ حق وهو حي في قبرة يصلي فيه باذان واقامة بانه ﷺ سراج كما قال الله تعالى وسراجا منيرا۔

(زرقانی علی المواہب ۳۹۵/۵)

ترجمہ: آپ ﷺ کا ایک آن میں مختلف اقطار میں وجود ہونا اور آپ کی زیارت حق ہے اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ سورج ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراجا منیرا کہا ہے۔

ملا علی قاری اور عقیدہ اہل سنت

۵..... حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فمن المعتقد المعتمد انه ﷺ حی فی قبره کسائر الانبیاء فی
قبورهم وهم احياء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا بالعالم العلوی
والسفلی كما كانوا فی حالة الدنيا فانهم بحسب القلب عرشیون
وباعتبار القلب فرشیون -

(شرح الشفاء ۲/۱۲۲)

اور قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام
انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح کا تعلق عالم علوی سفلی کیساتھ
اسی طرح ہے جیسا کہ حالت دنیاوی میں تھا، پس وہ قلب کے لحاظ سے عرشی ہیں
اور قالب (جسد) کے لحاظ سے فرشی ہیں۔

شیخ محقق اور عقیدہ اہل سنت

۷..... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں
مسئله خلافی نیست کہ آنحضرت ﷺ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم
تاویل دائم و باقی است و بر اعمال است حاضر و ناظر۔

(مکتوبات شریف بر حاشیہ اخبر الاخبار ص: ۱۵۵)

ترجمہ: باوجود اس بات کے کہ امت کے علماء میں (کئی مسائل میں) اختلافات
ہیں اور بہت سارے مذاہب (فریقے) ہیں لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی

اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ ہمیشہ باقی ہیں۔ اور امت کے (احوال) اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تاویل کا وہم ہے۔

(حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کی حیات دنیاوی و حقیقی ہونے میں علماء امت کا اجماع ہے اور اتفاق ہے اور اس میں کسی شخص کو بھی اختلاف نہیں تو پتہ یہ چلا کہ حیات الانبیاء کی حیات حقیقی و دنیاوی میں اختلاف حضرت شیخ صاحب کی زندگی کے بعد پیدا ہوا اور منکر بن حیات الانبیاء آپ کے بعد پیدا ہوئے۔)

ابن شیخ محقق اور عقیدہ اہل سنت

۸..... حضرت شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:
 وقول مختار ومقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد از اوقات موت زندہ اند بحیات دنیوی۔ (تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ۲/۳۶۲)
 جمہور کے نزدیک طے شدہ حقیقت اور مختار قول یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام موت چکھنے کے بعد زندہ ہیں۔

نواب قطب الدین خان اور عقیدہ اہل سنت

۱۰..... حضرت مولانا نواب قطب الدین خان صاحب فرماتے ہیں:
 ”زندہ ہیں انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ، کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی ہی ہے۔“

مذکورہ بالا حضرات علماء اسلام کی عبارات سے واضح ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر منور میں بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں اور یہ مذہب مہذب امت کے علماء کی اکثریت کا ہے اور یہی مسلک اہل سنت ہے۔

امام ابن حجر مکی اور عقیدہ اہل سنت

..... حضرت امام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما ادلة حياة الانبياء فمقتضاها حياة الابدان كحالة الدنيا مع الاستغناء عن الغذاء -

(الجوهر المنظم في زيارة القبر الشريف للنبي المكرم المعظم ص: ۲۷)

ترجمہ: اور حیات الانبیاء کے دلائل متقاضی ہیں کہ وہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی لیکن غذا وغیرہ سے استغناء ہو۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

الظاهر من الادلة ان حياة الشهداء اقوى من حياة الاولياء للنص عليها في القرآن الكريم ودون حياة الانبياء لانهم بها اولى واخرى والتفاوت فيها بمعنى التفاوت في ثمراتها غير بعيد فتأمل وقد نظر بعض ائمتنا الى ان حياة ﷺ امتازت بانها تقتضي اثباتها حتى في بعض احكام الدنيا -

(الجوهر المنظم ص: ۲۲)

ان دلائل سے ظاہر ہے کہ شہداء کی زندگی اولیاء کی زندگی سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ان کی زندگی کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہے اور انبیاء کی زندگی ان سے اولیٰ اور دوسری قسم کی ہے اور مختلف ہے اور یہ اختلاف حیات کے ثمرات

میں سے بعید نہیں ہے اور ہمارے بعض ائمہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات ممتاز ہے کیونکہ یہ حیات اثبات کا تقاضا کرتی ہے حتیٰ کہ اس پر بعض دنیاوی احکام بھی لاگو ہوتے ہیں۔

ترجمہ: اور پھر یہ جو قبر کی زندگی ہے اس پر مصروف دنیاوی زندگی کے بعض احکام مرتب ہوتے ہیں جیسے نماز، آذان، اقامت اور سلام کو سن کر اس کا جواب دینا اور اسی طرح دوسری اشیاء۔

حضرت قطب الوقت اور عقیدہ اہل سنت

۱۶..... قطب وقت حضرت الحاج فقیر اللہ بن عبدالرحمن الحنفی فرماتے ہیں:

ورد فی کثیر من الاحادیث الصحیحة الصریحة بانہم احياء فی قبورہم مشغولون بعبادة ربہم یصلون ویصومون ویحجون ویلبون وان حیاتہم حسیة کحیوتہم فی الدنیا الا انہم مختلفون من ابصارنا لانتقالہم من عالم شہادة الی عالم الغیب کاختفاء الملائکة الکرام الکاتبین وغیرہم۔ (قطب الارشاد ص: ۳۷۶)

ترجمہ: اور بے شمار احادیث صحیحہ صریحہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں اور ان کی حیات حسی ہے جیسی کہ دنیا میں تھی، سوائے اس کے کہ وہ ہماری آنکھوں سے ملائکہ کراما کاتبین کی طرح چھپے ہوئے ہیں کیونکہ وہ اس جہان شہادت سے جہان غائب کی طرف تشریف لے جا چکے ہیں۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب ششم

حیات النبی ﷺ..... شواہد و واقعات

- حدیث، تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں اس حقیقت کے بکثرت شواہد ملتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔

واقعہ حرہ

اسلامی تاریخ کا یہ سانحہ یزید کے عہد حکومت میں پیش آیا۔ مظالم کربلا کے بعد ۶۳ھ میں مسلمانوں کی تاریخ اس خونی المیہ سے رنگی گئی۔ یزید نے اہل مدینہ پر جن میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اکثر تابعین کرام تھے فوج کشی کا حکم دیا۔ مسلم بن عقبہ اس شامی فوج کا سردار تھا۔ اس لشکر نے اپنے ڈیرے حرہ کے مقام پر ڈالے۔

وحرۃ ہذا ارض بظاہر المدینۃ لہا حجارة سود کثیرۃ۔

(معجم البطل ص: ۲۵۲)

ترجمہ: حرہ مدینہ منورہ کے باہر وہ زمین ہے جہاں بہت سے سیاہ پتھر پائے جاتے ہیں۔

جب قتل عام اور لوٹ کا بازار گرم ہوا تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزین ہو گئے۔ اس وقت مسجد نبوی میں حضرت سعید بن المسیب کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر تابعی تھے، ان کی عظمت

شان کے باعث انہیں افضل التابعین کہتے ہیں۔ آپ نے سینکڑوں ان ہستیوں کو دیکھا تھا جن کی آنکھیں آنحضرت ﷺ کی دولت ویدار سے بارہا شرف یاب ہو چکی تھیں۔

امام داری، ابن سعد، ابو نعیم، زبیر بن بکار اور علامہ ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب نے ارشاد فرمایا:

اذاحت الصلوة اسمع اذانا يخرج من قبل القبر الشريف لایاتی وقت الصلوة الا وسمعت الاذان من القبر ثم اقيمت الصلوة فتقدمت فصليت وما في المسجد احد غیری۔

(خلاصة الوقا للسمودی ص: ۳۸)

ترجمہ: جب نماز کا وقت ہوتا تھا، میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا تھا جب بھی نماز کا وقت آتا، میں روضہ اطہر سے اذان کی آواز سنتا، پھر اقامت بھی ہوتی اور میں اسی اقامت سے نماز پڑھتا، ان دنوں مسجد نبوی میں میرے سوا اور کوئی نہ ہوتا تھا۔

اسی واقعہ کو محدث شہیر علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

”ابن جوزی سے متصل تاسعید بن المسیب لایا ہے۔“

(حجۃ الکرامۃ ص: ۲۸۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقضی سماع سعید بن المسیب در ایام واقعہ حرہ اذان از حجرہ شریفہ تاسع روز کہ

مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است۔

(جذب القلوب ص ۱۸۸، مدارج النبوة ۲/۹۵)

ترجمہ: ایام حرہ میں سعید بن المسیب کے حجرہ شریفہ سے تین دن تک اذان سننے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ ان دنوں لوگ مسجد نبوی میں نہ آتے تھے۔

قبر سے آواز آنے کی ایک اور مثال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے بعض صحابہ نے بے خبری میں ایک قبر پر خیمہ گاڑ دیا، اس سے سورہ تبارک الذی بیدہ الملک کی آواز آرہی تھی، حتیٰ کہ اس نے تمام سورت ختم کی، صحابہ نے آ کر یہ واقعہ حضور انور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا:

ہی المانعة المنجية وتنجیہ من عذاب القبر۔

ترجمہ: یہ سورت عذاب قبر سے نجات دینے والی ہے۔

اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ دیوبند کے مشہور محدث سید انور شاہ لکھتے ہیں:

ان کثیرا من الاعمال قد ثبتت فی القبور کالاذان و الاقامة عند الدارمی وقراءة القرآن عند الترمذی۔

(فیض الباری ۱/۱۸۵)

ترجمہ: بے شک بہت سے اعمال قبروں میں بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں، جیسے کہ داری کہ روایت میں اذان اور اقامت کا وجود (واقعہ حرہ) اور ترمذی کی روایت سے قبر میں قرأت قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا تدفین کے وقت امتی امتی کہنا

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

(تدفین کے وقت) نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور سے، سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے تھے، میں نے سننے کے لئے کان قریب کیا تو آپ دعا کر رہے تھے ”رب امتی رب امتی“ یا اللہ! میری امت کو بخش دے، یا اللہ میری امت کو بخش دے۔

(مدارج النبوة قدسی مطبوعہ لکھنؤ، ۲۰/۲۲۲)

آپ ﷺ سے صحیح بخاری پڑھی

اور نبی ﷺ سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی ﷺ کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا (الی قولہ) امام شعرانی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی نبی ﷺ کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی۔ پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔

(فیض الہادی مطبعہ حجازی مصر ۲۰۳/۱)

یہی روایت امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کی۔

(العاصم لاحکام القرآن للقرطبی مدار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۵/۵)

مدینہ منورہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو اپنے روضہ اقدس میں

اپنے غلام کی تکلیف کا پتہ چل گیا اور مشکل کشائی فرمائی

بیرسٹر کے ایل گا با ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد لالہ ہرکشن لال گا با ڈپٹی
کشنر ملتان کے دفتر میں کلرک تھے مگر دیکھتے دیکھتے اتنی ترقی کی کہ حکومت پنجاب کے
وزیر تعلیم بن گئے۔ وہ کروڑ پتی سرمایہ دار تھے اور ان کا دل اور دسترخوان وسیع تھا۔ آخر
زمانہ میں انگریز حکمرانوں کے زیرِ عتاب آئے اور نہایت کسمپرسی کے عالم میں جان دی
وسیع جائیداد کوڑیوں کے مول نیلام کر دی گئی۔ کے ایل گا با نے ۱۹۳۲ء میں اسلام قبول
کیا اور ان کا نام کنھیا لال گا با کی جگہ خالد لطیف گا بار کھ دیا گیا یعنی دستخط اب بھی
K.L. GAUBA ہی رہے۔ ان کے اسلام قبول کرنے پر ہندو سماج میں زلزلہ آ گیا
اور ان کو دوبارہ ہندو بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا، مگر یہ اسلام پر قائم رہے
اور آج بھی قائم ہیں۔ قبول اسلام کے بعد آپ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی
حیات طیبہ پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی جس کا نام prophet of the
desert (پنجمبر صحرا) ہے۔ اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ (اردو
ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے اگر میسر ہو تو مطالعہ فرمائیں) گا با نے اپنی خود نوشت سوانح
حیات friends and foes کے اندر حسب ذیل واقعہ بیان کیا ہے:

”پنجاب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر ڈگلس نیک (یہ وہی نیک ہیں
جنہوں نے بوڑھے لالہ ہرکشن لال گا با پر ظلم ڈھائے تھے) کسی بات پر مجھ سے
ناراض ہو گئے اور ایک جھوٹے مقدمے میں مجھے ملوث کر کے پابند سلاسل

کر دیا۔ ضمانت پر رہائی کے لئے انگریز ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج لاہور نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ زر ضمانت مقرر کیا۔ روزنامہ ”زمیندار“ اور ”احسان“ نے مسلمانان ہند سے بار بار اپیل کی کہ اس نو مسلم کو قید سے رہائی دلائی جائے، مگر پورے ہندوستان میں ایک مسلمان بھی اتنی رقم بطور ضمانت پیش نہ کر سکا، جس کی وجہ سے مجھے چند ہفتے جیل میں گزارنے پڑے۔ اسی اثناء میں سیالکوٹ کے ایک ٹھیکیدار الحاج ملک سردار علی کو خلاصہ کائنات حضرت نبی آخر الزمان ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا: سردار علی اٹھو اور صبح لاہور جا کر ایک نو مسلم قیدی خالد لطیف گابا کی سیشن کورٹ میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضمانت دے آؤ اور اُسے قید سے رہائی دلاؤ۔ اس میں کوتاہی ہرگز نہ کرنا۔ اس نے میرے متعلق ایک کتاب ”پیغمبر صحرا“ لکھی ہے جو مجھے بہت پسند آئی ہے۔

ملک سردار علی اس زیارت بابرکت سے بے حد سرور ہوئے۔ صبح کاغذات کی تصدیق کے لئے عدالت پہنچے مگر ہندو ڈپٹی کمشنر مسٹر چندرا آئی سی ایس نے آپ کو ڈرایا دھمکایا اور کہا گابا ہر بھاگ جائے گا اور رقم ضبط ہو جائے گی۔ تم ضمانت نہ دو۔ ملک صاحب نے جواب دیا کہ جس بزرگ و برتر ہستی نے اس کام کے لئے حکم فرمایا ہے اس پر اگر میری جان قربان ہو جائے تو مقام مسرت ہوگا، ڈیڑھ لاکھ روپیہ کیا چیز ہے؟ میں نہیں جانتا خالد لطیف گابا کون شخص ہے؟ میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔ مجھے تو خواب میں اس کا نام بتایا گیا ہے۔

ہندو ڈپٹی کمشنر نے کاغذات کی تصدیق نہ کی۔ مجبوراً ملک صاحب نے دو تین دوستوں سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ نقد جمع کیا اور لاہور آ کر انگریز سیشن جج کی عدالت میں نقد زر ضمانت پیش کر کے مجھے رہائی دلائی۔

بقول علمائے دیوبند سرکارِ دو عالم ﷺ نے خود ہند میں

تشریف لا کر دارالعلوم کی بنیاد رکھی..... بعد از وصال

مدرسہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) ایک الہامی مدرسہ ہے۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو اس ادارے کا آغاز کیا گیا۔ زمین مل جانے کے بعد عمارت مدرسہ کے لئے بنیاد رکھ دی گئی۔ جب وقت آیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے تو مولانا رفیع الدین مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر نبی آخر الزمان ﷺ تشریف فرما ہیں۔ ہاتھ میں عصا ہے۔ آپ ﷺ نے مولانا سے فرمایا۔ ”شمالی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے محن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ ﷺ نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہیے تاکہ مدرسہ کا محن وسیع رہے (جہاں تک اب محن کی لمبائی ہے) خواب دیکھنے کے بعد مولانا علی الصبح بنیادوں کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا لگایا ہوا نشان بدستور موجود پایا۔ اسی نشان پر بنیاد کھدوائی اور مدرسہ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ (الہامی مدرسہ از قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ یہ مضمون ماہنامہ الرشید لاہور کے دارالعلوم دیوبند نمبر۔ فروری مارچ ۱۹۷۶ء جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳۰۲ صفحہ ۱۳۸ تا ۱۳۹ پر موجود ہے۔)

انور صابری نے اپنے ان اشعار میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خواب میں جس کے مبشر تھے شفیق دو جہاں
”نورہ“ اس خواب ماضی کی حسین تعبیر ہے

اس کے دامن سے اچلتے ہیں وہ چشمے فیض کے
جن کا حاصل زندگی کی آخری تفسیر ہے
”اشرف عمارات“ ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۷ء اس کی تعمیر کا مادہ تاریخ ہے۔ اس
عمارت کے دو درجے ہیں اور ہر ایک درجے میں نو، نو دروازے ہیں۔ اس لئے یہ
عمارت ”نودرہ“ کے نام سے موسوم ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ دارالعلوم کے طلباء کو پہچانتے تھے

حضرت مولانا رفیع الدین دیوبندی مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند ایک دن دارالعلوم
دیوبند کے صحن میں کھڑے تھے کہ دورۂ حدیث کا ایک طالب علم مطبخ سے کھانا لے کر
آیا اور شور بے کاپیالہ مولانا کے سامنے زمین پر دے مارا اور نہایت گستاخانہ انداز میں
کہا یہ ہے آپ کا اہتمام و انتظام کہ شور بے میں نہ مصالحہ ہے نہ گہی۔ اور بھی سخت ست
الفاظ کہے۔ اس گستاخی پر طلباء جوش میں آ گئے مگر مولانا، پوری متانت کے ساتھ
خاموش رہے اور گستاخ طالب علم پر تین مرتبہ سر سے پیر تک نگاہ ڈالی۔ جب وہ چلا گیا
تو آپ نے طلباء سے کہا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم ہے؟ طلباء نے اثبات
میں جواب دیا آپ نے اس پر کہا نہیں یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔ تحقیق پر ثابت
ہوا کہ وہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔ اس کا ہم نام ایک دوسرا طالب علم ہے۔ اس نے
دھوکے سے محض نام کے اشتراک کی وجہ سے کھانا پینا شروع کر دیا ہے ورنہ اس
کا اندراج سرے سے رجسٹروں میں نہیں ہے۔ بات ظاہر ہو جانے پر طلباء نے مولانا
سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اس وثوق سے کس بناء پر اس کے طالب علم ہونے کی
نفی کی۔ کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ احاطہ مولسری میں دارالعلوم کا کنواں دودھ

سے بھرا ہوا ہے اور اس کے کنارے پر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرما رہے ہیں۔ لینے والے آ رہے ہیں اور دودھ لے جا رہے ہیں خواب کے بعد مجھ پر منکشف ہوا کہ کتواں صورت مثال دارالعلوم کی ہے۔ دودھ صورتِ مثال علم کی ہے اور قاسم العلوم یعنی تقسیم کنندہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور یہ آ کر لے جانے والے طلباء ہیں جو حسب ظرف علم لے لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں جب داخلہ ہوتا ہے اور طلباء آتے ہیں تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ بھی اس مجمع میں تھا اور یہ بھی۔ لیکن اس گستاخ طالب علم پر میں نے سر سے پاؤں تک تین بار نظر ڈالی۔ یہ اس مجمع میں تھا ہی نہیں اس لئے میں نے وثوق سے کہہ دیا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اس مدرسہ کے لئے طلباء کا انتخاب بھی من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں نہ اشتہار ہے نہ پروپیگنڈہ، نہ ترغیبی پمفلٹ کہ طلباء آ کر داخل ہوں بلکہ من جانب اللہ جس کے قلب میں داخلے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے وہ خود ہی کشاں کشاں چلا آتا ہے۔

(تاریخ دیوبند صفحہ ۱۶۲، مآلنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ص: ۱۳۹)

حضور ﷺ نے مجھے براہِ راست ہدایات ارشاد فرمائیں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مجھے براہِ راست جن امور کی وصیت کی گئی ان میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ میں فروعات میں اپنی قوم کی مخالفت نہ کروں۔ چونکہ ہندوستانی مسلمان عرصہ دراز سے خفی مسلک پر تھے۔ اس لئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے اوپر خفی مسلک کی پابندی واجب کر لی تھی لیکن ادیان و ملل کی طرح وہ مختلف مسالک فقہ

میں بھی اساسی وحدت کے قائل تھے۔ چنانچہ اپنے ایک مکافقہ کا ذکر فرماتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے استفادہ کیا۔ فرمایا کہ میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ آپ ﷺ مسالک فقہ میں کس خاص مسلک کی طرف رجحان رکھتے ہیں؟ تاکہ فقہ میں اس مسلک کی اطاعت کروں، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے نزدیک فقہ کے یہ سارے مسالک یکساں ہیں اور آپ ﷺ نے مجھ کو یہ وصیت فرمائی کہ فقہ کے چاروں مروجہ مسالک کی تقلید سے کبھی باہر قدم نہ رکھوں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سب میں تطبیق کی کوشش کروں (مسالک فقہ کی طرح تصوف کے تمام طریقوں کو بھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کے نزدیک یکساں پایا۔

(فیوض الحرمین اردو ترجمہ مشاہدات و معارف ص: ۳۰ تا ۳۶)

میں نے حضور ﷺ کو ظاہر اوعیاناً دیکھا، نہ صرف عالم

ارواح میں بلکہ عالم مثال میں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”فیوض الحرمین“ میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کی تو میں نے روح مبارک و مقدس ﷺ کو ظاہر اوعیاناً دیکھا، نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں، ان آنکھوں سے قریب۔ تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نمازوں میں تشریف لاتے اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیرہ یہ سب اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔ اس کے بعد پھر میں آپ ﷺ کے روضہ عالیہ مقدسہ کی طرف چند

بار متوجہ ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا۔ کبھی تو بصورت عظمت و ہیبت جلوہ افروز ہوئے اور گاہے جذب و محبت اور انسیت و انشراح کی شکل میں ظاہر ہوئے اور کبھی سریان کی شکل میں، حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ تمام فضا آپ ﷺ کی روح مبارک سے لبریز ہے اور روح اقدس ﷺ اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ دیکھنے والے کو موجیں ملاحظہ اقدس کی طرف نظر کرنے سے روک رہی ہیں اور میں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کی اصل صورت کریم میں بار بار دیکھا، باوجودیکہ میری تمنا اور آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں نہ جسمانیت میں تو میری یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپ ﷺ نے اپنے قول مبارک میں ارشاد فرمایا:

کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو موت نہیں آیا کرتی، وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات دنیا کی سی ہے۔ وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کیا کرتے ہیں۔

اور جس وقت بھی میں نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا تو آپ ﷺ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظہور فرمایا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ یہی مسلک اہل سنت و جماعت کا ہے۔ اپنے رسالہ ”آپ حیات“ کے اندر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صدیقی بانی دارالعلوم دیوبند نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

(فیوض الحرمین ص: ۸۵ تا ۸۱)

حضور ﷺ نے سید احمد بریلوی کو چھوہارے دیے اور

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نہلایا

ایک بار خواب میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت سید احمد شہید کے منہ میں تین چھوہارے دیئے اور بہت محبت اور شفقت سے کھلائے، جب آپ بیدار ہوئے تو ان کی شیرینی آپ کے ظاہر و باطن سے ظاہر تھی۔ اس کے بعد ایک روز سید صاحب نے خواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو اس طرح نہلایا جس طرح باپ اپنے بچوں کو نہلاتے دھلاتے ہیں۔ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنے دست اقدس سے ایک لباس فاخرہ پہنایا اس کے بعد طریقہ نبوت کے کمالات آپ سے ظاہر ہونے لگے۔

(صراط مستقیم ص: ۱۶۳)

اگر مدینہ شریف کا دہی کھٹا ہے تو جہاں بیٹھا ہے

وہاں چلے جاؤ

دیوبند کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نے مدینہ طیبہ کے احترام کے سلسلہ میں ایک مرتبہ بیان کیا: مدینہ طیبہ میں ایک بزرگ تھے۔ رات کے وقت کھانا کھا رہے تھے کھانے میں دہی بھی تھا جو قدرے ترش تھا۔ ان بزرگ کی زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہے۔ اسی شب آپ کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی

زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کا وہی کھٹا ہے تو جہاں کا وہی میٹھا ہو وہاں تشریف لے جائیے۔ یہ خواب دیکھ کر وہ بزرگ سخت پریشان ہوئے۔ ایک دوست بزرگ کو خواب سنایا انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے روضہ پر تشریف لے جائیے اور آپ کے تو سل سے دعا کیجئے۔ ان بزرگ نے ایسا ہی کیا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی رات کو زیارت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً مدینہ شریف چھوڑ دو۔ دیوبند کے شیخ الاسلام نے یہ واقعہ سنا کر کہا کہ جو لوگ مدینہ طیبہ کی چیزوں پر تنقید کرتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اس مقدس دیار کی ہر چیز کی تعریف کرنی چاہیے ہر چیز کو قبول کرنا چاہیے اور دل سے پسند کرنا چاہیے۔

(شیخ الاسلام نمبر از احمد حسین لاہر پوری ص: ۱۵۹)

حیات النبی میں شک کرنے والے کو سرکارِ دو عالم ﷺ

نے خود مشاہدہ کرا دیا

مدینہ منورہ میں قبلہ جنوب کی جانب ہے، قبہ خضرا مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ مغرب کی جانب باب الرحمتہ کے متصل والاں میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی درس دے رہے تھے۔ گنبد خضرا کی جالیاں سامنے تھیں۔ تلامذہ میں سے ایک کو ”حیات النبی“ ﷺ کے متعلق کافی شکوک تھے۔ دورانِ درس انہوں نے ایک بار جو نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے نہ قبہ خضرا تھا نہ جالیاں بلکہ خود سید البشر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلباء کو متوجہ کرنا چاہتے

ہوں) کہ حضرت مدنی نے انہیں اشارہ سے منع فرمادیا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو پھر تمام چیزیں اپنی پہلی حالت پر موجود تھیں۔

(شیخ الاسلام نمبر ص: ۴۰)

سلطان نورالدین زندگی کے خواب میں آپ ﷺ کی تشریف آوری

علامہ نورالدین سمہودی مؤرخ ”تاریخ مدینہ“ نے اپنی کتاب ”خلاصۃ الوفا“ میں جمال سنوی کے رسالے سے نقل کیا ہے کہ سلطان نورالدین زندگی رحمۃ اللہ علیہ جس کے تصور سے یورپ کے بہادر زیر زمین اپنے کفن کے اندر اب تک کانپ جاتے ہیں انہوں نے ۵۵۷ھ میں جب کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں (صلیبی جنگوں کا دور ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء تک رہا) میں مشغول تھے۔ ایک رات نماز تہجد کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ دیکھا کہ آپ ﷺ دو گربہ چشم (کنجی آنکھوں والے) آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں:

انجنى اتقذنى من هذين -

ترجمہ: نجات دو، خلاصی کرو میری ان دونوں سے۔

سلطان گھبرا کر اٹھ بیٹھے فوراً وضو کیا۔ نوافل پڑھے اور لیٹ گئے، آنکھ اسی وقت لگ گئی اور پھر یہی خواب دیکھا۔ پھر اٹھ کر، وضو کیا، نوافل پڑھے اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ فوراً آنکھ لگ گئی اور تیسری بار پھر یہی خواب دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا اب نیند کی گنجائش نہیں۔ اسی وقت اپنے وزیر جمال الدین اصفہانی کو طلب کر کے سارا واقعہ

بیان کیا۔ وزیر نے کہا تاخیر نہ کیجئے۔ فوراً مدینہ طیبہ چلیے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیجئے۔ یہ خیال کر کے کہ مدینہ طیبہ میں ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیے، اپنے وزیر، بیس اراکین مجلس اور دوسو سپاہیوں کو ہمراہ لے کر بہت سے زرو جواہر کے ساتھ نہایت تیز روساٹھ نیلیں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ رات دن سفر کر کے سولہ روز میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس زمانہ میں عرب سلطان کے زیر اثر آچکا تھا۔ سلطان کی اچانک آمد سے مدینہ طیبہ والے حیران ہوئے۔ امیر مدینہ نے اچانک تشریف آوری کی وجہ دریافت کی تو سلطان نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سلطان سے کہا گیا کہ اگر آپ ان دو شکلوں کو دیکھ کر پہچان لیں تو میں انعام و اکرام کے بہانے تمام اہل مدینہ شریف کو آپ کے سامنے سے گزرا دوں۔ پس منادی کرائی کہ سلطان وقت تمام اہلیان مدینہ منورہ کو انعام و اکرام سے نوازنا چاہتے ہیں اس لئے یہاں کارہننے والا کوئی محروم نہ رہے اور ہر شخص سلطان کے حضور حاضر ہو کر انعام حاصل کرے۔ جب ہر شخص اس لالچ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو سلطان انعام دیتے وقت متحسناہ نظر اس پر ڈالتے، یہاں تک کہ مدینہ پاک کے تمام لوگ ختم ہو گئے۔ سلطان حیران تھے کہ جن لوگوں کی صورت خواب میں دکھائی گئی تھی وہ نظر نہ آئے۔ بالآخر والی مدینہ منورہ اور حاضرین دربار سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آبادی میں کیا اب کوئی اور انعام لینے والا باقی نہیں رہا؟ خدام نے عرض کیا بادشاہ سلامت صرف دواہل مغرب جو نہایت صالح، بخشنے والے، عبادت گزار اور گوشہ نشین ہیں باقی رہ گئے ہیں۔ نہایت خدا پرست ہیں۔ جنت البقیع میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ سلطان نے ان کو طلب کیا۔ جوں ہی وہ سلطان کے روبرو پیش

ہوئے سلطان نے ان کو پہچان لیا مگر تفتیش سے پہلے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ ان سے مصافحہ کیا۔ عزت سے بٹھا کر ان سے باتیں کیں اور پھر گفتگو کرتے ہوئے ان کے حجرہ میں جائگے۔ حجرہ کے فرش پر ایک معمولی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ طاق میں قرآن پاک کا ایک نسخہ، وعظ و پند کی چند کتابیں اور فقراءِ مدینہ شریف پر صدقہ و خیرات کرنے کے لئے ایک گوشہ میں تھوڑا سا سامان۔ بس یہ کل کائنات تھی۔ سلطان سخت حیران تھے کہ یا الہی یہ ماجرا کیا ہے؟ مایوس ہو کر واپس جانے والے تھے کہ ان کو چٹائی کے نیچے ہلتی ہوئی کوئی چیز محسوس ہوئی۔ چٹائی کو ہٹایا تو ایک تختہ نظر آیا جس کو اٹھایا گیا تو ایک سرنگ نظر آئی جو روضہ رسول (علی صاحبہا صلوٰۃ والسلام) کی طرف کھودی جا چکی تھی۔ اسی وقت ان دونوں لعینوں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان سے ساری کیفیت دریافت کی گئی، دونوں نے اقبالِ جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ رومی عیسائی (نصرانی) ہیں۔ ہم کو عیسائی بادشاہوں نے بہت سامان دیا ہے اور بہت کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم مغربی حجاج کا بھیس بدل کر یہاں آئے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا جسدِ مبارک نکال کر روم لے جائیں تاکہ مسلمانوں کا مرکز ختم ہو جائے اور ان کا شیرازہ بکھر جائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً دشمنانِ مصطفیٰ سے

ہم نے جب حبِ رسول اللہ ﷺ اور دینداری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لئے ترکِ وطن کر کے یہاں آئے ہیں کہ جوارِ رسول اللہ ﷺ میں رہیں تو مدینہ والے بھی ہماری بے پناہ عقیدت اور محبت دیکھ کر ہم پر سمجھ گئے اور روضہ اطہر کے

بالکل متصل رہنے کے لئے ہم کو حجرہ دے دیا۔ ہم نے چپکے چپکے روضہ مبارک کی طرف سرنگ کھودنا شروع کر دی۔ رات بھر کھودتے اور صبح سویرے چڑے کے دو تھیلوں میں بھر کر وہ مٹی جنت البقیع میں جا کر ڈال آتے اور دن میں ارد گرد کے نخلستانوں اور قبا وغیرہ میں گھوم پھر کر پانی پلاتے۔ برس ہا برس کی محنت کے بعد آج ہم جسد مبارک (علیہ افضل الصلوٰات والتسلیمات) کے پاس پہنچ گئے تھے (کہتے ہیں جس رات یہ سرنگ جسد اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی اسی رات ابرو باراں و بکلی کا طوفان اور زبردست زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے لوگ سخت وحشت زدہ اور پریشانی میں مبتلا رہے) یہ واقعات سن کر سلطان پر رقت طاری ہو گئی۔ وہ زار و قطار رونے لگے اور اسی وقت حجرہ کے متصل ان لعینوں کا سرتن سے جدا کر دیا۔ سجدہ شکر بجالائے اور اس کے بعد روضہ شریف کے ارد گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا۔ پھر اس خندق میں سطح زمین تک رصاص (سیسہ) پگھلا کر ڈال دیا گیا کہ آئندہ ایسے خطرہ کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔ اس واقعہ کا ذکر فقیر حکم الدین یعقوب بن ابی بکر نے بھی مع سلسلہ رواۃ خود کیا ہے۔ اس واقعہ کی تصدیق جمیع مورخین مدینہ منورہ مثلاً شیخ جمال الدین مطیری و مجد الدین فیروز آبادی وغیرہ نے بھی کی ہے۔ اپنی مشہور کتاب ”جذب القلوب“ میں یہ واقعہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے اس واقعہ کی روداد قدرے تفصیل کے ساتھ معلوم شکل میں بھی پیش کی ہے۔ یہ واقعہ علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ”حج معظم“ کے مصنف الحاج قاضی ابوالعظیم سید عبدالغفار نے صفحہ ۲۸۴ تا ۲۸۵ اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ بلکہ بیچ ٹوالہ مدینہ اینڈ مکہ“ از کیپٹن رچرڈ فریڈرک برٹن۔ یہ

کتاب ۱۸۵۵ء میں شائع ہوئی جس کا اردو ترجمہ ”سفر دارالمصطفیٰ“ کے نام سے اس صدی کے شروع میں مولوی محمد انشاء اللہ ایڈیٹر و مالک ”اخبار وطن“ لاہور کی ادارت میں ہوا اور حمید یہ اسٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اس کے صفحہ ۱۱۵ کو ملاحظہ فرمائیے۔ غرض اس واقعہ کے بیسیوں حوالہ جات پیش کئے جاسکتے ہیں۔

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ متقی، پرہیزگار، پابند صوم و صلوٰۃ بادشاہ تھے۔ رات کا بیشتر حصہ تہجد و وظائف میں گزارتے تھے۔ عدل و انصاف، زہد و تقویٰ جو دو سخا اور فتوحات کے اعتبار سے ملوک اسلام میں سلطان کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ میں نے تواریخ ملوک کا تتبع کر کے دیکھا تو خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کے بعد سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر کسی کو نیک سیرت نہ پایا۔ آپ اپنی زر خرید جائیداد کے منافع یا مال غنیمت کے حصہ سے گزراوقات کرتے تھے۔ سونا، چاندی اور دیگر منہیات سے تمام عمر اجتناب کیا۔ شام، مصر جزیرہ، اور حجاز پر حکومت کی۔ بہت سے مدارس قائم کئے۔ دارالحدیث کی بنیاد ڈالی۔ سارے ملک میں شراب پینے، بیچنے اور خریدنے کی سختی سے ممانعت کا عام فرمان جاری کیا۔ ۲۱ شوال ۵۶۹ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۱۷۳ء کو دمشق میں وصال فرمایا۔ دمشق کی زیارت گاہوں پر عموماً مساجد تعمیر کر دی گئی ہیں۔ جامعہ نور الدین میں سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ فاتح بیت المقدس کی تربیت و پرورش آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی تھی۔

دشمنانِ شیخین کا زمین میں دھنسنّا

محبت طبری ریاض النضرہ میں اس جیسا ایک اور عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں:
روافض حلب کی ایک جماعت والی مدینہ کے پاس آئی اور اسے (مغالطہ یا)
بہت سی رشوت اور لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ انہیں رات کے
وقت حجرہ شریفہ تک باریابی دے (تا کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما) کے اجسادِ مطہرہ کو کسی اور جگہ منتقل کر سکیں) امیر نے دربان کو کہہ دیا کہ
جب وہ آئیں تو حرم کا دروازہ کھول دے اور انہیں کسی بات سے نہ روکے۔

دربان کہتا ہے کہ ”جب عشاء کی نماز ہو چکی اور تمام دروازے بند ہو گئے
چالیس رافضی کھودنے گرانے کے آلات اور شمع لے کر ”باب السلام“ پر آ گئے
اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے امیر کے حکم کے مطابق دروازہ کھول دیا اور خود ایک
گوشے میں بیٹھ کر رونے لگا۔

خدا کی قدرت کہ ابھی وہ منبر شریف کے برابر بھی نہ پہنچے تھے کہ تمام کے تمام
اپنے سب آلات و سامان کے ساتھ نیچے دھنس گئے۔ والی مدینہ جو بد مذہب
اور منافق تھا انجام کار کا خطر تھا اس نے مجھے بلایا اور ان لوگوں کا حال
پوچھا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا پورے کا پورا سنا دیا۔“

امیر نے کہا ”کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کیا کہہ رہا ہے؟“ میں نے کہا، امیر خود جا کر
دیکھ لیں۔ ان کے دھسنے کے کچھ آثار اور ان کے کپڑوں کے بعض نشان ابھی
باقی ہیں۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”طبری نسبتِ ایں حکایت بہ ثقات می کند کہ بہ صدق و دیانت مشہور اند و بعضی مؤرخان مدینہ نیز دیگر کردہ اند“۔ (جذب القلوب ص: ۱۱۳)

ذرا ان کی بھی سنئے

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی بزرگ حاجی سید محمد عابد نے مولوی اشرف علی تھانوی سے فرمایا کہ ایک بات کہتا ہوں، جسے میری زندگی میں ظاہر نہ کرنا۔ میں نے حالت بیداری میں حرم مکہ مکرمہ میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی ہے۔

دیوبندی مولوی مشتاق احمد مرحوم مفتی ریاست مالیر کوٹلہ (بھارت) نے فرمایا کہ میں جب مدینہ منورہ گیا تو وہاں کے مشائخ سے سنا کہ اس سال روضہ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ ایک نوجوان نے جب درگاہ رسالت مآب ﷺ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھا تو فوراً جواب آیا ”وعلیکم السلام یا ولدی“ (وعلیکم السلام اے میرے بیٹے) جسے وہاں موجود سینکڑوں لوگوں نے سنا۔ بعد میں آپ ہی تو دارالعلوم دیوبند (اب اسلامک یونیورسٹی دیوبند، یوپی، بھارت) کے مشہور و معروف مدرس اول شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے نام سے مشہور ہوئے اور ۱۳۷۷ھ میں ۸۱ سال وہیں وصال فرمایا۔

(سلاسل طیبہ شیعہ الاسلام نمبر ص: ۷۷)

ذرا ہماری بھی سنئے

حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) کشف المحجوب میں فرماتے ہیں:

کہ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جس وقت روضہ رسول ﷺ پر
حاضری دیتے اور عرض کرتے ”السلام علیکم ین رسول اللہ“ تو اندرون
روضہ مقدسہ سے جواب آتا ”وعلیکم السلام یا امام المسلمین“۔

حضرت شیخ نجم الدین صفہانی قدس سرہ کے مناقب میں تحریر ہے کہ جب بھی
آپ حضرت رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتے تو باقاعدہ اس کا جواب سنتے تھے۔

(الدال المنظوم فی ترجمۃ ملفوظ المندوم)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے مدینہ طیبہ میں روضہ اطہر
واقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو جواب میں کہا گیا ”وعلیکم السلام یا قطب
المشاہد“ ہند کی ولایت ہم نے تجھے دی۔

(انیس الارواح)

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمن علی برغش رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ نبی پاک ﷺ پر پہنچ
کر سلام کیا تو آواز آئی ”وعلیکم السلام یا ابا النجاشی“۔

(تواریخ الاولیاء ۲/۳۳۴۔ ترجمہ نفعات الانس ص: ۵۰۴)

سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب حضرت مولانا
عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ روضہ رسول ﷺ پر بغرض سلام حاضر ہوتے
تو جواب آپ کو با آواز بلند ملتا تھا، جسے سب سنتے تھے پھر جب رخصت کے وقت
جاتے تو یہ شعر پڑھتے:

سیدی مرجعی و مولای بسفر میروم چہ فرمای

اس کا جواب آپ کو روضہ مبارک سے یوں ملتا:

بسفر رقت مبارک باد بسلامت روی و باز آئی

آخری بار رخصت کے وقت جواب نہ سنا گیا۔ آپ کی شیفنگی برائے رسول اللہ ﷺ ضرب المثل بن چکی ہے۔ آپ مدینہ طیبہ کے لئے علیحدہ سفر کرتے تھے۔ حج کے طفیل میں کبھی مدینہ منورہ نہ جاتے تھے۔

(ذکر حبیب یعنی حالات پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری ص: ۳۲۰)

امیر ملت الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں:

کوئی پچاس برس کا واقعہ ہے کہ فقیر رات کو مسجد نبوی ﷺ میں شیخ الحرم کی اجازت سے شب باش تھا۔ اس رات دلائل الخیرات شریف اور موم بتی جو سرکاری طور پر اندر رہنے والوں کو ملتی ہے، مجھی دے دی گئی کیونکہ رات عشاء کے بعد حرم شریف کی روشنیاں بجھا دی جاتی ہیں اور کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ایک بجے جب میں ”دلائل الخیرات“ پڑھ رہا تھا تو حضرت خواجہ ضیا معصوم صاحب کابلی رحمۃ اللہ علیہ نے جو قائم اللیل اور صائم الدھر تھے اور انہیں اندر رہنے کی اجازت تھی، مجھ سے فرمایا کہ کل رات میں ریاض البحت میں دلائل الخیرات شریف پڑھ رہا تھا تو حضرت سرور کائنات ﷺ خود تشریف لائے اور مجھے فرمایا ”شویہ، شویہ“ یعنی آہستہ آہستہ پڑھو۔ پس میں تم کو کہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ پڑھو۔

(ملفوظات امیر الملت ص: ۷۳)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ کی بابت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ وہ جب جوار پاک شہ لولاک ﷺ میں پہنچے تو جواب صلوٰۃ و سلام حضرت خیر الانام ﷺ سے مشرف ہوئے۔

(امداد المشتاق ص: ۱۲)

ارشاداتِ نبوت، خلفائے راشدین کے نظریاتِ قدسیہ، ام المؤمنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیاناتِ عالیہ، مذاہبِ اربعہ کی تصریحات، متکلمین کرام کے فیصلے اور شواہد و واقعات یکے بعد دیگرے آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ تاریخِ اسلامی کے ان مختلف ادوار میں حیاتِ انبیاء کا مسئلہ اس کثرت سے بیان ہوتا رہا کہ ان تمام نقول کا استقصاء اور دلائل کا احصاء قریب قریب ناممکن ہے، ہاں یہ حقیقت لطف سے خالی نہیں کہ جہاں تاریخ کے ہر دور میں یہ مسئلہ اتنے شد و مد سے سامنے آتا رہا وہاں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ سوادِ اعظم اہل سنت کے کسی فقہی یا کلامی مسلک نے اس مرکزی نقطہ حیات سے سرمو بھی تجاوز کیا ہو۔ تاریخ کے ہر دور میں بعض ائمہ و اکابر کا اسے بیان کر دینا اور دوسرے اعیان امت میں سے کسی کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کی واضح شہادت ہے کہ انبیائے کرام کی حیاتِ برزخیہ کے جسمانی اور اسی دنیا والے جسم سے قائم ہونے پر جمیع اہل حق، اہل سنت کا ہر دور میں اجماع رہا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب ہفتم

حیات النبی اور مخالفین

حیات النبی اور علمائے دیوبند

عقیدہ حیات النبی میں بھی ہر مسئلہ کی طرح علمائے دیوبند دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں گروہ اپنے متفقہ اسلاف کو اپنا حامی اور اپنا ہم مسلک ثابت کرتے ہیں اور مزید عجیب بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کے بڑوں کی عبارات واقعاتی متضاد ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا گورکھ دھندہ ہے، ایک گروہ عقیدہ حیات النبی کو شرک اکبر بتاتا ہے تو دوسرا اسی کو عین جزو ایمان بتا رہا ہے۔ اصل میں یہ قدرت کا ان لوگوں سے انتقام ہے کہ انہوں نے عشاق رسول ﷺ یعنی اہل سنت کو ناروا طور پر مشرک کہا تو قدرت نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جو انہیں مشرک کہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ آپس میں بدعتی، مشرک، گستاخ سبھی فتووں کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ لیکن اکابر میں دیوبند چاہے وہ حیات جسمانی دنیوی کے قائل ہوں یا منکر، وہ اپنی جگہ پر ولی اللہ بنے ہوئے ہیں، نہ بدعتی نہ مشرک اور نہ ہی گستاخ رسول۔ تو ان تمام رویوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اختلاف محض دکھاوا ہے کہ اگر کوئی خوش عقیدہ شخص ملے تو اس کو گمراہ کرنے کے لئے ایک گروہ کھڑا ہو جائے، دیکھیں جی ہم تو حیات الانبیاء کے قائل ہیں اور اگر کوئی زاہد خشک دستیاب ہو تو اس کو دوسرا گروپ کہے کہ دیکھیں جی ہم تو وحید میں اتنے پختہ ہیں کہ انبیاء کرام کو بھی عام

مردوں کی صف میں شامل کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ) جیسے یہ لوگ سیاسی طور پر ہمیشہ دو گروہوں میں تقسیم رہے ہیں۔ ایک حکومتِ وقت کے حق میں دوسرا حکومت کے خلاف، تاکہ ہر طرف سے دنیاوی فائدہ حاصل کیا جاسکے۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ ان لوگوں نے اسی طرح دنیاوی فوائد حاصل کیے ہیں۔

بہر حال ہم یہاں کچھ علماء دیوبند کے حوالے صرف اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ الحمد للہ! مسلک حق اہل سنت کی سچائی ظاہر ہو جائے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ ”الفضل ما شهدت به الاعداء“

دیوبند مکتب کے سرخیل اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں سے اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثیل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔

(نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی کراچی ص: ۶۵، ۶۶)

حیاتِ انبیاء شہداء سے اکمل و اقویٰ ہے

دیوبندی حکم الامت مولوی اشرف علی تھانوی مزید لکھتے ہیں:

پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا، اور یہ رزق اس عالم کے

مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام ان سے اکمل واقوی ہیں۔ (نشر الطیب مطبع تاج کبھی ص: ۲۳۸)

اور جناب مولوی حسین احمد ٹانڈوی (مدنی) نے لکھا ہے:

”آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔“

(مکتوبات شیعہ الاسلام ۱/۱۵۳)

جناب مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے لکھا ہے:

”تمام اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔“

(حیات نبوی ص: ۲)

مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے:

ان النبی ﷺ حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامة۔

(فتح الملہم شرح مسلم ۳/۳۱۹)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر منور میں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

دوسری جگہ انہی نے لکھا ہے:

ودلت النصوص الصحیحة علی حیاة الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کما سہاتی۔

(فتح الملہم ۱/۳۲۵)

ترجمہ: نصوص صحیحہ اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

ان النبی ﷺ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام احياء فی قبورہم۔

(بذل المجہود ۱۱۷/۲)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب نے لکھا:

”اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ۳۷۱/۵)

بے شک آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں

دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے عقیدے کا اظہار مزید یوں کرتے ہیں:

ان النبی ﷺ کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ۔

(فتح الملہم ۳۱۹/۳)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ زندہ ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا اور بے شک

آپ ﷺ اپنی قبر انور میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

ان كثيرا من الاعمال قد ثبتت في القبور كالاذان والاقامة
عند الدارمي وقراءة القرآن عند الترمذي والجمع عند
البخاری۔

(فيض الباری ۱/۱۸۳)

ترجمہ: قبور میں بہت سے اعمال ثابت ہیں، محدث داری کے نزدیک اذان
اور اقامت، امام ترمذی کے نزدیک تلاوت قرآن اور امام بخاری کے نزدیک
حج۔

علمائے دیوبند کا متفقہ فتویٰ (مولانا مفتی محمد شفیع)

حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں
اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان
کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے، صرف یہ ہے کہ احکام شریعہ کے
وہ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود
پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں، (مولانا رشید احمد گنگوہی نے یہی صیغے لکھے ہیں:
”السلام علیک یا رسول اللہ“ السلام علیک یا خیر خلق اللہ،
السلام علیک یا حبیب اللہ“

(زبدۃ المناسک ص: ۹۰)

اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے۔

اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں، حضرت مولانا محمد
قاسم نانوتوی کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر ”آب حیات“ کے نام سے موجود

ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب جو مولوی رشید احمد گنگوہی کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ ”المہند علی المہند“ بھی اہل انصاف و اہل بصیرت کے لئے کافی ہے اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اُن کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ يقول الحق وهو يهدي السبيل۔

محمد یوسف بنوری، کراچی۔ عبدالحق اکوڑہ خٹک۔ مفتی محمد صادق، ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور۔ محمد رسول خان، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔ شمس الحق، صدر وفاق المدارس پاکستان۔ مفتی محمد حسن، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ظفر احمد عثمانی، شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ۔ بندہ محمد شفیع دارالعلوم کراچی۔

حیات النبی اور بانی دارالعلوم دیوبند کی منفرد تحقیق

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مسئلہ حیات النبی ﷺ مولوی محمد قاسم نانوتوی کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں اہل دیوبند خود بخود کی حالت میں ہیں اور حقیقتاً دیوبندیوں کے دونوں گروہ نانوتوی صاحب کے عقیدہ حیات الانبیاء کے مخالف ہیں اصل میں دیوبندیوں کے عقائد عام طور پر رقتی ہوتے ہیں جیسا ماحول دیکھا ویسا عقیدہ بنالیا۔

جب امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات پر مؤاخذہ فرمایا اور دیگر کفریہ عبارات کے تحت علماء حرمین شریفین سے (حسام الحرمین) نامی فتویٰ حاصل کیا تو اہل دیوبند میں کھلبلی مچ گئی اور رافضیوں کی طرح چند مجتہدین نے بیٹھ کر نئے عقائد ترتیب دیئے

اور حقیقت میں امام اہل سنت کی تائید کر دی کہ جو عقائد انہوں نے ہماری (دیوبندیوں) کی طرف منسوب کئے ہیں وہ ہمارے نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک بھی وہ کفر ہیں۔ ہمارے (نئے) عقائد یہ ہیں اور علماء حرین کے سامنے الہمد نامی کتابچہ کے ذریعے عقائد لکھ کر تائید حاصل کی۔

انہی عقائد میں سے ایک مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ کا تھا جبکہ ایک مسئلہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق تھا۔ پرانا عقیدہ تو یہی تھا کہ معاذ اللہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان)

لیکن علمائے حرین کے سامنے بالکل اس کے الٹ لکھ کر تائیدی فتویٰ حاصل کر لیا۔

اسی طرح چونکہ اس وقت حرین شریفین کی حکومت اہل سنت کے پاس تھی اور وہ علمائے اہل سنت، نجدیوں کے سخت مخالف تھے اس لئے انہوں نے علماء دیوبند سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں سوال کیا۔ وہ سوال اور اس کا جواب قارئین کے ذوق طبع کے لئے درج کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ حضرات کس طرح اپنے عقائد و اقوال وقت کے مطابق ڈھالتے اور بدلتے ہیں۔

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اور

سوال:

قد کان محمد بن عبد الوہاب النجدی یستحل دماء المسلمین
واموالہم و اعراضہم و کان ینسب الناس کلہم الی الشریک
و ینسب السلف فکیف ترون ذلک و هل تجوزون تکفیر السلف

والمسلمین واهل القبلة ام کیف مشربکم؟

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے تمہارا؟

الجواب:

الحکم عندنا فیہم ما قال صاحب الدر المختار و خوارجہم قوم
لہم منعة خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفروا
معصیۃ توجب قتالہ بتاویلہم یتحلون دماننا و اموالنا ویسبون
نسائنا الی ان قال و حکمہم البغاة ثم قال فکفرہم لکونہ عن
تاویل وان کان باطلا وقال الشامی فی حاشیتہ کما وقع فی
زماننا فی اتباع عبدالوہاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی
الحرمن و کانوا ینتحلون مذهب الحنابلہ لکنہم اعتقدوا انہم
ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم مشرکون و استباحوا
بذلك قتل اہل السنۃ و قتل علمائہم حتی کسر اللہ شوکتہم۔

(المہند علی المہند ۵۳۳ ۳۶)

ترجمہ: ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے، صاحب در مختار نے فرمایا ہے اور
خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی
تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال
کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے
اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں، آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے

اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے: جیسا کہ ہمارے زمانے میں (محمد بن) عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر مغلوب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے؟

یہ علمائے دیوبند کا متفق علیہ فیصلہ اس وقت تھا جبکہ نجدیوں کی شوکت اللہ تعالیٰ نے توڑ دی تھی مگر شومئی قسمت کہ ملت اسلامیہ کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ کی مدد اور ملی بھگت کے ساتھ جب نجدی ظلماء حرمین طہیین پر قابض ہو گئے تو ادھر ابنائے دیوبند بھی اپنا مسلک و فیصلہ تبدیل کر لیا۔ اب شاید ہی کوئی دیوبندی ہوگا جو کہ نجدیوں کے خلاف ہو۔ بلکہ اب عقیدہ و فیصلہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں دیکھئے کہ دینہ کے امام وقت کیا تحریر فرماتے ہیں:

”محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکار مسلک حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشر و اشاعت کرتے ہیں محمد بن عبدالوہاب باوجود حنبلی ہونے کے سطھی ذہن کے آدمی تھے اور توحید و سنت کے خوب داعی تھے ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں

سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو چکے تھے۔ اور علامہ شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے و للتفصیل مقام آخر انگریز نے اپنی سیاسی بقاء کے لئے انہیں بہت بدنام کیا۔“
(تسکین الصدور ص ۲۶۶)

باغباں بھی خوش رہے راضی رہی صیاد بھی

اور جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا اس بارے میں کیا نظریہ تھا جس کی طرف صاحب تسکین الصدور نے اشارہ کیا تو وہ بھی دیکھ لیں۔ وہ کہتے ہیں:

”محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں جن کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ ص: ۲۳۵)

بہت ہی عمدہ گرفت کی ہے وکیل علمائے حق محقق اہل سنت حضرت علامہ محمد عباس رضوی صاحب نے

بہر حال جملہ مقروضہ کے طور پر یہ ایک نمونہ ہے کہ علمائے دیوبند نظریہ ضرورت کے تحت اپنے نظریات و عقائد تبدیل کرتے رہتے ہیں اور عام طور پر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں جس کے ثبوت کے لئے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی بے نظیر تصنیف ”زلزلہ“ کا مطالعہ مفید ہے۔

اسی افراط و تفریط کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ”حیۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام“ بھی ہے۔ کچھ دیوبندی حضرات تو برزخی زندگی کے بھی قائل نہیں ہیں۔ یعنی

جسم اقدس کے ساتھ روح کا بالکل تعلق مانتے ہی نہیں اور کچھ قبر میں حقیقی دنیاوی زندگی کے قائل ہیں اور ان دونوں گروہوں کے برعکس بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب آپ ﷺ کی وفات کے ہی منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر ایک آن کے لئے بھی ”موت“ واقع نہیں ہوئی اور آپ کی روح مقدسہ کا آپ کا جسد اقدس سے اخراج ہوا ہی نہیں۔

جناب قاسم نانوتوی نے تحریر کیا:

”ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لئے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے۔ اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے۔“

(جمالِ قلمی ص: ۱۶)

دوسری جگہ لکھا ہے کہ:

”رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔“

(آبِ حیات ص: ۳۷)

اور ایک جگہ اس طرح لکھا ہے:

”بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہاں استار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروضِ موت ہے

..... بالجملہ جیسے حیاتِ نبوی صلعم اور حیاتِ مؤمنین امت میں فرق ہے..... ایسے
 ہی موتِ نبوی صلعم اور موتِ مؤمنین میں بھی فرق ہے۔“

(آبِ حیات ص: ۱۶۸، ۱۶۹)

یہ شخص یعنی بانی دارالعلوم دیوبند پوری امتِ محمدیہ کے علمائے حق کے خلاف بلکہ
 قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کے خلاف ایک ایسا عقیدہ اپنانے کے باوجود آج
 کل کے نام نہاد توحید پرستوں کے نزدیک نہ تو مشرک ٹھہرا اور نہ ہی بدعتی بلکہ ان کے
 لئے نزدیک حجۃ اللہ علی العالمین، شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، آیۃ من آیات اللہ، اور فتاوی
 اللہ اور فتاوی الرسول ہے۔

اور اس کے برعکس امام اہل سنت مجددِ دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان
 صاحب وفات (آنی) ماننے کے باوجود قابلِ گردن زدنی ہیں:

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

جناب مولوی سرفراز صاحب گلکڑوی لکھتے ہیں:

”اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں کہ
 آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی ہے اور وفات کا لفظ آپ کے حق میں بولنا
 بالکل درست اور صحیح ہے لیکن وفات کے بعد آپ کو پھر حیاتِ مرحمت ہوئی۔
 جمہور علماء اسلام موت کا معنی انفکاک الروح عن الجسد ہی کرتے ہیں۔“

(تسکین الصدور ص: ۲۱۶)

جب تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں تو مولوی قاسم صاحب جو اس نظریہ
 کے حامل نہیں ہیں وہ مسلمان ٹھہرے یا کہ نہیں؟ اور کیا ان پر اس آیت کریمہ کا حکم لاگو
 ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

(سورة النساء: ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔
تو کیا یہ شخص مسلمانوں کے راستہ سے جدا چلایا کہ نہیں؟
اور شاید اس بات کو جانتے ہوئے ہی صاحب تسکین الصدور نے یہ واضح جھوٹ لکھ مارا کہ:

”اور بعض علمائے ملت جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند بھی ہیں، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا یہ معنی کرتے ہیں:

کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوائے ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں۔“

(جمال قاسمی ص: ۱۵، تسکین الصدور ص: ۲۱۶)

اب جناب مولوی صاحب سے سوال یہ ہے کہ وہ بعض علماء ملت جن کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے وہ کون ہیں کتنے ہیں؟ ان کے اسماء گرامی کیا ہیں؟ اہل سنت سے ہیں یا کہ نہیں؟ اور وہ کس دور کے ہیں؟ ترتیب وار جواب دیں۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ مولوی مذکور صاحب ہرگز ہرگز ان سوالوں کے جواب نہیں دیں گے۔

اب یہاں پر جناب مولوی سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

”الغرض حضرت نانوتوی نے کیسی صاف گوئی سے یہ واضح کر دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کا عقیدہ ضروری ہے، اور علمی یا ذوقی طور پر بعض دیگر علماء کرام کی طرف موت کا جو معنی انہوں نے بیان فرمایا ہے اس کو نہ تو وہ عقائد ضروریہ سے سمجھتے ہیں اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں۔“

(تسکین الصدود ص: ۲۱۷)

اب مولوی صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے۔ اگر یہ علمی اور ذوقی عقیدہ ومعنی ہے تو کیا نانوتوی صاحب کے علاوہ آپ سمیت پوری ذریت دیوبند، بدذوق اور بے علم ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ ومعنی نہ اپنایا؟

اور اگر یہ عقیدہ ومعنی صحیح تھا تو اس کی تعلیم و تبلیغ ہونی چاہیے تھی۔

اور اگر یہ عقیدہ ومعنی غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو اس سے جناب نانوتوی صاحب کو تائب ہونا چاہیے تھا۔ لیکن غلط عقائد سے تائب ہونا اس کا تو دیوبندیوں کے یہاں دستور ہی نہیں ہے اور پھر یہ کہنا:

”اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں۔“ بلفظہ

تو جناب عالی کیا آپ کے نزدیک تبلیغ صرف بستر باندھ کر اور کاندھے پر اٹھا کر ہی کی جاتی ہے؟ اور نانوتوی صاحب نے بستر نہیں اٹھایا۔

کیا کتب لکھنا اور بار بار اس عقیدہ کا اظہار و تحریر کرنا تعلیم و تبلیغ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس معنی و عقیدہ کے ثبوت کے لئے تو جناب نانوتوی صاحب نے مستقل ضخیم کتاب ”آب حیات“ کے نام سے لکھی اور پھر وہ کتاب شائع بھی ہوئی۔ کیا یہ تعلیم و تبلیغ نہیں ہے؟

اور یہ مسئلہ اپنی دیگر کتب مثلاً ”جمال قاسمی“ اور لطائف قاسمیہ میں بیان کیا تو اگر اب بھی کوئی کہے کہ یہ تعلیم و تبلیغ نہیں ہے تو یہ اس کے دماغ کا پھیر ہے یا پھر واقعی وہ شخص سمجھتا ہے کہ تبلیغ صرف لوٹے اور بستر اٹھا کر کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ اس کا تصور بھی نہیں ہے۔

اب دوسرے گروہ کی سنئے کہ جو ہر اس شخص کو بدعتی بلکہ مشرک قرار دیتا ہے جو کہ نبی اکرم ﷺ کو قبر منور میں زندہ تسلیم کرتا ہے یا آپ کے جسد اقدس جسد عنبری سے آپ کی روح مقدسہ کا تعلق مانتا ہے۔ وہ یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی کہتا ہے:

گروہ نمبر ۱..... جسد اطہر سے روح مبارک حضرت کی خارج ہی نہیں ہوئی بلکہ اندر ہی اندر سمٹ کر رہ گئی اور پہلے سے زیادہ حیات تو یہ ہو گئی ہے۔

یہ ہے مسلک حضرت قاسم العلوم والخیرات نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا.....

جمال قاسمی ص: ۱۵ میں واشکاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

”انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا۔“

حضرت نانوتوی جس معنی سے موت مانتے ہیں یہ معنی متعارف نہیں بلکہ حضرت

موت بمعنی ”ستر الحیاة“ لیتے ہیں۔“

(ندائے حق ۱/۵۷۲)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

”لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد

بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے۔“

(ندائے حق ۱/۶۳۶)

ایک اور جگہ لکھا ہے:

”مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن و حدیث کی نصوص و اشارات کے خلاف جہاں قاسمی ص: ۱۵ میں فرماتے ہیں: ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔“

(ندائے حق ۷۲۱/۱)

بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہ نہیں جو دوسرے علماء کا ہے۔

(ندائے حق ۷۲۰/۱)

اب جب اتنے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جناب نیلوی صاحب کے نزدیک جناب نانوتوی صاحب قرآن و حدیث کی نصوص اور علمائے امت کے خلاف مسلک رکھتے ہیں تو اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کا نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا جو کہ علامہ ابن فورک کو محض اس لئے بدعتی ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو قبر انور میں حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ مانتے ہیں۔

اور علامہ سبکی، امام ابو بکر قسطلانی شارح بخاری، قطب وقت امام شعرانی اور امام علامہ ابن حجر مکی قبر میں حیات النبی ماننے کی وجہ سے غالی کا لقب پا چکے ہیں۔

(ندائے حق ۵۰۳/۱)

تو آئیے دیکھئے کہ جناب نیلوی صاحب منکر وفات النبی نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

”اب میرے اس قول سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حضرت نانوتوی کے حق میں گستاخی کر گیا ہے اور مرزا گاماں کے مساوی قرار دے گیا ہے۔ والعیاذ باللہ! میرے ہاتھ اور زبان جل جائیں اگر ان کے حق میں گستاخی کروں ہمیں قرآن تو یہ سے

یہ یقین ہے کہ آپ فتانی الرسول تھے، حدیث عشق رسول میں انتہا کو پہنچ چکے تھے۔“

(ندائے حق ۱/۵۷۵)

حضرات قارئین کرام! دیکھئے یہ لوگ ہیں قرآن و حدیث کے نام نہاد مبلغ اور توحید کے پرچاری۔ یہ ہے میزانِ عدل۔ اور یہ ہے قرآن کریم کے حکم ”اعدلوا ہو اقرب للتعوی۔ پر عمل۔

جناب نیلوی صاحب اگر نانوتوی صاحب فتانی الرسول تھے تو امام محمد بن الحسن بن فورک، امام تقی الدین السبکی، امام عبدالوہاب الشعرانی اور امام ابن حجر مکی کیسے بدعتی اور غالی ہو گئے۔ گستاخ رسول تو فتانی الرسول کے رتبہ پر فائز ہو گئے اور عشاق رسول بدعتی اور غالی بن گئے۔ فیاللعجب!

اُلّٰی عقل ایسی کسی کو خدا نہ دے
دے آدمی کو موت مگر یہ بد ادا نہ دے

حُجُبہ:

اور اگر یہ ذہن میں آئے کہ ایسے معنی کرنا جیسے کہ نانوتوی صاحب نے کئے ہیں یہ تو واقعی محبت رسول کے متقاضی ہیں اور جناب نانوتوی تو واقعی عاشق رسول تھے۔

توبات یہ نہیں ہے۔ دراصل نانوتوی صاحب ہر مسئلہ میں جمہور امت کے خلاف چلے ہیں۔ جیسے انہوں نے یہاں موت کے معنی عجیب و غریب کئے ہیں ایسے ہی انہوں نے ”تخذیر الناس“ نامی کتاب میں خاتم النبیین کے معنی بھی جمہور امت کے خلاف کر کے ایک نیا فتنہ برپا کر دیا تھا۔ وہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی، عوام کا خیال بتاتے ہیں اور آپ ﷺ کے بعد اور نبی آنے کا عقیدہ رکھتے ہوئے خاتم النبیین

کا معنی قادیانیوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی مرضی کے مطابق کر دیا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مرزا قادیانی نے ان سے ہی یہ معنی کشید کیا ہے۔

اور اگر نانوتوی صاحب انفکاک الروح عن الجسد کے معروف معنی کو چھوڑ کر استند الروح فی الجسد کا نظریہ پیش کر کے اور یہ کہہ کر آپ ﷺ متصف بحیات بالذات ہیں فتاویٰ الرسول ہیں تو وہ یہی الفاظ و نظریہ دجال لعین کے لئے اپنانے پر فتاویٰ الدجال کیوں نہیں ٹھہرے؟

اب آپ جناب نانوتوی صاحب کا دجال کے بارے میں عبارت و عقیدہ پڑھیں اور پھر سوچیں کہ یہ کتنے بڑے عاشق رسول ہیں۔

”جیسے رسول اللہ (ﷺ) بوجہ منشاءیت ارواح مؤمنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشاءیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا اور اس وجہ سے اس کی حیات قابل انفکاک نہ ہوگی اور موت و نوم میں استتار ہوگا۔ اخطاع نہ ہوگا شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن ضیاد جس کے دجال ہونے کا صحابہ کو ایسا یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے۔ اپنے نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بھہادت احادیث و دعویٰ یہی کہتا تھا کہ تنام عینہی ولا ینام قلبی اور اس وجہ سے خیال مذکور یعنی دجال کا منشاء و مولد ارواح کفار کو ہونا اور پھر اس کے ساتھ ابن ضیاد ہی کا دجال ہونا زیادہ ترجیح ہوتا ہے اور اس کی صحت کا گمان قوی ہوا جاتا ہے۔“

(آب حیات: ۱۶۹)

معاذ اللہ، استغفر اللہ! گستاخی اور بے باکی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن معلوم

ہوتا ہے کہ اس خاندان (دیوبند) میں اس کی کوئی حد و انتہا ہے ہی نہیں۔

یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آقائے کل جہاں ﷺ کی روح مبارک روح الارواح ہے اور آپ کی ذات مقدسہ تمام ممکنات کیلئے منشاء وجود ہے۔ لیکن دجال لعین کے لئے منشاءیت ارواح کفار کا قول کرنا کہاں کی دانشمندی و علمی اور ذوقی بات ہے؟ ان لوگوں کا بھی عجیب معاملہ ہے کبھی تو شیطان کو حضور نبی اکرم ﷺ سے اعلم بتائیں۔ (براہین قاطعہ) اور کبھی دجال لعین کو پیارے آقا ﷺ کے برابر ٹھہرائیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ دجال کو متصف بحیات بالذات جان کر اس کے حق میں امتناع انفکاک حیات کا قول کرنا بلکہ دجال کی موت اور نیند کا رسول اللہ ﷺ کی موت اور نیند سے پورا پورا تطابق کرنے کیلئے ”کنام عینہی ولا ینام قلبہی“ کا وصف نبوت بعینہ دجال لعین کے لئے ثابت کرنا اور اس کے ثبوت میں خود دجال کے قول کو دلیل بنانا یہ سب کچھ کیا ثابت کرتا ہے؟ عشق رسول ﷺ یا عشق دجال لعین؟

حیات النبی اور غیر مقلدین (وہابی)

غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کے حقد میں کی اکثریت تو حیاۃ النبی فی القبر کی قائل تھی لیکن بعد میں اس کے منکرین پیدا ہوتے گئے اور اب تو اکثریت اس کی منکر ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک، ڈاکٹر مسعود الدین، ناصر الدین البانی وغیرہ اور جو مانتے ہیں وہ بھی صرف برزخی زندگی جیسی کہ عام لوگوں کو قبور میں حاصل ہے۔ اس سے زیادہ وہ نبی اکرم ﷺ کی حیات فی القبر کو حیثیت دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

یہاں ہم چند غیر مقلدین کے بھی حوالے پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارا موقف زیادہ واضح ہو جائے۔

امام الوہابیہ ابن تیمیہ

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ:

والانبياء احياء في قبورهم وقد يصلون۔

(مختصر الفتاویٰ المصریہ لابن تیمیہ ص: ۱۷۰)

ترجمہ: اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

جناب قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی صاحب فرماتے ہیں:

(والاحادیث) فیہا مشروعۃ الاکثر من الصلوۃ علی النبی ﷺ
یوم الجمعة وانہا تعرض علیہ ﷺ وانہ حی فی قبرہ۔ وقد
ذهب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ ﷺ حی بعد وفاته
وانہ یمر بطاعات امتہ وان الانبياء لا یصلون مع ان مطلق
الادراک کالعلم والسماع ثابت لسائر الموتی۔ ورد النص فی
کتاب اللہ فی حق الشهداء انہم احياء یرزقون وان الحیۃ فیہم
متعلقۃ بالجسد فكيف الانبياء والمرسلین۔

(نیل الاوطار ۳/۲۳۸)

ترجمہ: اور ان احادیث میں نبی اکرم ﷺ پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ
درود شریف پڑھنے کی مشروعیت ہے اور بے شک درود شریف آپ ﷺ
پر پیش کیا جاتا ہے اور بلا شک شبہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور بے
شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی وفات

کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور بے شک انبیاء کرام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے جبکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع تو سب قبر والوں کے لئے ثابت ہے۔

اور شہداء کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی یہ حیات جسم کے ساتھ ہے حضرات انبیاء و مرسلین کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہوگی۔

شوکانی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ چونکہ شہداء عظام کی حیاۃ فی القبر جسمانی ہے تو انبیاء کرام کی حیاۃ بطریق اولیٰ حقیقی و جسمانی ہوگی۔ کیونکہ انبیاء کے اجسام تو بالاتفاق صحیح و سالم ہوتے ہیں اور یہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہوتے ہیں۔

علامہ شوکانی ہی ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وانہ رحمۃ اللہ علیہ حمی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احياء فی قبورہم۔ وقد صححه البیہقی والفقہ فی ذلک جزء ا قال الاستاذ ابو منصور البغدادی۔ قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا رحمۃ اللہ علیہ حی بعد وفاته (انتہی) (بدل الاوطار ۵:)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ استاذ ابو منصور البغدادی نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب میں متکلمین اور محققین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں۔

نواب صدیق الحسن بھوپالی صاحب لکھتے ہیں:

انہ ﷺ حسی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احياء فی
قبورہم وقد صححه البیہقی -

(السراج الوہاب شرح مسلم ۵۰۳/۱)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ وصال مقدس کے بعد اپنی قبر منورہ میں زندہ
ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حدیث کی
امام بیہقی نے صحیح فرمائی۔

یہی نواب صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان اور اقامت
کے ساتھ۔ وکذلک الانبیاء۔“ (الشعاعۃ العنبریہ من مولد عمر البریۃ ص: ۵۲)

جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر کے اصحاب الرائے اور اہل حدیث کا اس امر
پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں۔ برزخ میں وہ عبادات، تسبیح و تہلیل
فرماتے ہیں۔ ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب ضرورت
دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔

انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء علیہم
السلام کے متعلق عبادت وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔“

(تحریک آزادی فکر ص: ۳۸۵)

مولوی عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے:

انہم احياء فی قبورہم یصلون وقد قال النبی ﷺ من صلی علی

عند قبری سمعته ومن صلی علی ثانیها بلغته۔

(التعلیقات السلفیة علی سنن النسائی ۲۳۷/۱)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

مولوی شمس الحسن عظیم آبادی نے لکھا ہے:

فان الانبياء في قبورهم احياء قال ابن حجر المكي وما اقادة من ثبوت حياة الانبياء حياة بها يتعبدون ويصلون في قبورهم مع استغنائهم عن الطعام و الشراب كالملائكة وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله ﷺ حي بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته

(عون المعبود شرح ابو داؤد ۴۰۵/۱)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ انبیاء کی حیات ایسی ہے کہ وہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی قبور میں نمازیں ادا کرتے ہیں اور ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں۔ اور محققین کی ایک جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

اس عبارت میں انہ یسر بطاعات امته (کہ وہ اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں) قابل غور ہے۔ یہ عبارت شوکانی نے بھی نقل کی ہے جیسے کہ گذرا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی امت نیک

اعمال کر رہی ہے یا کہ نہیں لازماً یا تو آپ پر اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ یا پھر آپ خود اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ قرآن میں حکم خداوندی ہے:

اعملوا فسر اللہ عملکم ورسولہ ()

ترجمہ: عمل کرو اللہ اور اس کا پیارا رسول تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے جس کا حوالہ پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے۔

وکیل وہابیہ جناب مولوی وحید الزمان صاحب نے لکھا ہے:

”توکل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح و سالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ مع جسم صحیح و سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ مترجم ۱/۴۵۶)

غیر مقلدین کے شیخ اکل مولوی میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں:

”اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہے لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کی اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔“

جناب حافظ محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لئے وہاں تعظیم و تعذیب کی صورت ہے۔ حدیث! الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری)

(الاعتصام ۲ شمارہ ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۱۲۵/۹)

حمد بن ناصر نجدی نے کہا ہے:

فان الله حرم على الارض ان تاكل اجسام الانبياء فهم فی

قبورهم طریقون۔ (مجموعہ رسائل النجدیہ ۲/۱۵۲)

ترجمہ: بے شک اللہ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے پس وہ اپنی قبور میں تروتازہ ہیں۔

سوال:

قد کان محمد بن عبد الوہاب النجدی یستحل دماء المسلمین و اموالہم و اعراضہم و کان ینسب الناس کلہم الی الشرک و ینسب السلف فکیف ترون ذلک و هل تعوزون تکفیر السلف و المسلمین و اهل القبلة ام کیف مشربکم؟

ترجمہ: محمد بن عبد الوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے تمہارا؟

جواب:

الحکم عندہم مال قال صاحب الدر المختار و خوارجہم قوم
 لهم منعة خرجوا عليه بتأويل يرون انه على باطل كفروا
 معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماننا واموالنا ويسبون
 نسلنا الى ان قال وحكمهم البغاة ثم قال فكفرهم لكونه عن
 تاويل وان كنن باطلا وقال الشامي في حاشيته كما وقع في
 زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على
 الحرمين وكانوا يتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم
 هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا
 بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله شوكتهم۔

(المهند على المهند ۵۳۳ تا ۳۶)

ترجمہ: ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب در مختار نے فرمایا ہے اور
 خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی
 تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال
 کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے
 اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے
 اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم انکی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے
 ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے: جیسا
 کہ ہمارے زمانے میں (محمد بن) عبد الوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد
 سے نکل کر حرمین شریفین پر مہلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر

ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

یہ علمائے دیوبند کا متفق علیہ فیصلہ اس وقت تھا جبکہ نجدیوں کی شوکت اللہ تعالیٰ نے توڑ دی تھی مگر شوخی قسمت کہ مصلحت اسلامیہ کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ کی مدد اور ملی بھگت کے ساتھ جب نجدی ظلماء حرمین طہیین پر قابض ہو گئے تو ادھر ایمائے دینہ نے بھی اپنا مسلک و فیصلہ تبدیل کر لیا۔ اب شاید ہی کوئی دیوبندی ہوگا جو کہ نجدیوں کے خلاف ہو۔ بلکہ اب عقیدہ و فیصلہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں دیکھئے کہ دینہ کے امام وقت کیا تحریر فرماتے ہیں:

”محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکار مسلک حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشر و اشاعت کرتے ہیں محمد بن عبدالوہاب باوجود حنبلی ہونے کے سلفی ذہن کے آدمی تھے اور توحید و سنت کے خوب داعی تھے ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو چکے تھے۔ اور علامہ شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے و للتفصیل مقام آخر انگریز نے ان کو اپنی سیاسی بقاء کے لئے انہیں بہت بدنام کیا۔“

نتیجہ بحث

ارشادات نبوت، خلفائے راشدین کے نظریات قدسیہ، ام المؤمنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیانات عالیہ، مذاہب اربعہ کی تصریحات، متکلمین کرام کے فیصلے اور شواہد واقعات یکے بعد دیگرے آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ تاریخ اسلامی کے ان مختلف ادوار میں حیاتِ انبیاء کا مسئلہ اس کثرت سے بیان ہوتا رہا کہ ان تمام نقول کا استقصاء اور دلائل کا احصاء قریب قریب ناممکن ہے، ہاں یہ حقیقت لطف سے خالی نہیں کہ جہاں تاریخ کے ہر دور میں یہ مسئلہ اتنے شد و مد سے سامنے آتا رہا وہاں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ سوادِ اعظم اہل سنت کے کسی فقہی یا کلامی مسلک نے اس مرکزی نقطہ حیات سے سرمو بھی تجاوز کیا ہو۔ تاریخ کے ہر دور میں بعض ائمہ و اکابر کا اسے بیان کر دینا اور دوسرے احیان امت میں سے کسی کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کی واضح شہادت ہے کہ انبیائے کرام کی حیاتِ برزخیہ کے جسمانی اور اسی دنیا والے جسم سے قائم ہونے پر جمیع اہل حق، اہل سنت کا تاریخ ملت کے ہر دور میں اجماع رہا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

خورشید ملت

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

کی معرکہ الآراء تصانیف

☆ حدود آرڈیننس اور دین بیزار طبقے

(جاوید غامدی کے جواب میں)

☆ عید میلاد النبی عالم عرب میں

☆ بنات رسول (کتب شیعہ کی روشنی میں)

☆ علم الاعداد اور بچوں کے اسلامی نام

☆ فضائل و مسائل رمضان

☆ قرآن اور انسان

ناشر :

ادارۃ وحدتِ اسلامیہ، لاہور

سیدگارڈن نزد سکیمیاں چک شرق پور روڈ شاہدرہ لاہور

0300-4645200 0346-4005060

EMIL: KHADIMAZHARI@YAHOO.COM

ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور، تحقیقات و شخصیات اسلامیہ کا منفرد ادارہ

اکیسویں صدی میں داخل ادوار زندگی کے تیز رفتار تنوعات، سائنسی، سماجی، سیاسی اور معاشی خیرہ کن تغیرات کا اہم تقاضہ ہے کہ تعلیمات اسلام کی توضیح و تشریح ایسی مجتہدانہ بصیرت سے کی جائے جو فرقہ وارانہ تعصبات، متصوفانہ فکری جمود، انتہا پسندی گنجلک اور بے معنی تاویلات سے یکسر وبرا ہو۔ تا آنکہ تفقہ فی الدین کا منہاج واضح اور اسوۂ حسنہ و روایت اسلاف کی روح کے مطابق قرآن و سنت پر عمل کی راہ ہموار ہو۔ انسانیت محض تن پروری کی کشمکش اور جلب زر کی ہوس سے نکل کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو سکے۔

تعلیمی نظام ہمارا ماضی ایسے بہت سے مراکز و شخصیات کی بامعنی کاوشوں سے معمور ہے۔ دورِ حاضر میں بھی اس جہد مسلسل کا تسلسل جاری ہے۔

ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور ان کی قدر و منزلت سے پورے طور پر شناسا اور ان کی سعی کو مبرور جانتا ہے تاہم ادارہ کو اپنے حصے کا کام کرنا ہے اور بہت ہی جانفشانی سے کرنا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور اپنی تمام تحقیقات و شخصیات کے دائرہ کا تعین چار ادلہ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس کے تناظر میں کرے گا۔ چنانچہ ہر مسئلے کی تحقیق اور مستقبل میں پیش آمدہ امور کی تشخیص انہی ادلہ شرعیہ کے پس منظر میں کی جائے گی۔ ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور اس ضمن میں جامد الفکر لوگوں کی بجائے کشادہ ذہن، روایت سلف کے امین اور عصر حاضر کے تقاضوں کا صحیح ادراک رکھنے والے جید علماء اور اہل تحقیق کی ہر ممکن خدمات حاصل کرنے کے ساتھ اپنے تربیتی کیمپ میں ایسے افراد کی جماعت تیار کرے گا جو تحقیق و تدقیق کے اس عظیم مشن سے وفاداری کرتے ہوئے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں امت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دے گی۔ اس گراں قدر مقصد کے حصول کے لئے ادارہ کی ترجیحات درج ذیل ہیں۔

جدید و قدیم علوم پر مشتمل بین الاقوامی معیار کی ڈیجیٹل لائبریری مجلس تحقیق و تدوین مجلس کلیۃ الشریعہ الحنین آڈیو ریم

تعلیمی نظام و اندازِ تربیت

ادارہ مقتضائے حال کے مطابق طویل المدت سلسلہ درس و تدریس کی بجائے بامقصد تربیتی کورسز، سیمینارز، بین المذاہب مذاکرہ کا اہتمام کرے گا۔

اشاعتی نظام

ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور اپنی کثیر المقاصد سرگرمیوں کی اشاعت کے لئے موقع کی مناسبت سے دنیا کی ہر زبان کو اختیار کر سکتا ہے تاہم اپنی قومی زبان اردو، دینی زبان عربی اور بین الاقوامی زبان انگریزی کو ترجیحاً اظہار خیال کا ذریعہ بنائے گا۔ چنانچہ یہاں سے ہفتہ وار یا ماہانہ بنیادوں پر شائع ہونے والے مجلہ جات یا دیگر تصنیفات و تالیفات اور تراجم اپنی زبانوں میں اشاعت پذیر ہوں گے نیز ویب سائٹس، آڈیو کیسٹس، سی ڈیز وغیرہ کو بھی اظہار خیال کا ذریعہ بنائے گا۔ ادارہ اپنے اشاعتی کام میں تحقیقی و تدوینی کام کے علاوہ خصوصاً

قرآن کریم کی منظر و تفسیر **سیرت رسول اللہ** **الہامی صحائف** **احادیث و آثار صحابہ** **تقابل ادیان**

بین المسالک اختلافی مسائل کی صحیح تشخیص و حل قضاء اور تبلیغ جیسے اہم مسائل، معاملات کے علاوہ ختم نبوت، اسلام اور جدید سائنس، فقہ و اجتہاد اور اتحاد امت کو بطور خاص اپنا عنوان بنائے گا۔ نیز ان مقاصد کے حصول کے لئے ادارہ دنیا بھر کی مختلف زبانوں کی تعلیم و تعلم کا معقول بندوبست کرے گا۔ ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور کی ان بامعنی سرگرمیوں کو بار آور بنانے کے لئے اہل ثروت و محبت سے خصوصی گزارش ہے کہ ہمارے کندھے سے کندھا ملا کر اپنی پُر خلوص مشاورت، معاونت سے نوازیں اور قوم کی فلاح کے لئے ہمارے ہمقدم ہوں۔

ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور

سید گارڈن نزد سکیاں چوک شرفپور روڈ لاہور

شعبہ نشر و اشاعت

0300-4645200 0346-4005060

E-mail: khadimazhari@yahoo.com